Regd.# MC-1366

دینی، اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماہنامہ فہمِ دین

• جلد 14 / • شمارہ 6 / • جنوری / 2025

عدل و انصاف

خانہ آبادی

تربیتِ اولاد

اے نئے سال بتا!!!

عقلمند کمہار

BAITUSSALAM PUBLICATIONS

BAITUSSALAM

91400056741

Baitussalam.org Baitussalam_org Baitussalam_org +9221-111-298-111

بیت السلام ٹیک پارک

BAITUSSALAM
—TECH PARK—

Free of Cost

PSDC Professional Software Development Certification

JS TS React node JS

Follow us BaitussalamWelfareTrust

UAN +92 21 111 298 111

Visit Baitussalam.org

ماہنامہ

فہمِ دین

کراچی

جنوری 2025

فہم وفکر

اے نئے سال بتا!!!	مدیر کے قلم سے	04

اصلاحی سلسلہ

فہمِ قرآن	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت بر کاتہم	05
فہمِ حدیث	مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ	06
آئینہ زندگی	حضرت مولانا عبد الستار حَفِظَہُ اللہ	08

مضامین

تربیتِ اولاد	ہانیہ عبد الشکور	10
عزتِ نفس اور کامیاب زندگی	عذرا خالد	12
حضرت عیسی علیہ السلام	میمونہ عظیم	14
انار	حکیم شمیم احمد	15
مسائل پوچھیے اور سیکھیے	مفتی محمد توحید	18
کردار سازی	عمارہ فہیم	19

خواتینِ اسلام

خانہ آبادی	انیسہ عائش	20
دل پہ جو گزری ہے، مت پوچھ	حافظہ سویرا چودھری	22
بلاعنوان	مہوش اسد شیخ	24
سردی کی ایک شام	خدیجہ نعیم	25
سردی کے مسائل	حفصہ سلطان	26
ضیوف الرحمن	عائشہ محبوب	27
نرم رویے	آمنہ عبد الباسط	29
گونجتی آوازیں	امۃ اللہ	31
ہم آپ کے ساتھ ہیں	افشاں اقبال	32

باغچہ اطفال

سیکھ	ڈاکٹر الماس روحی	34
عقل مند کمہار	تنزیلہ احمد	35
قدسیہ کا جیب خرچ	قانتہ رابعہ	36
قسمت کا ہیر پھیر	راحمین ایاز	37
انمول نعمت	فاکہہ قمر	38
یہ وطن ہمارا ہے	عصمت اسامہ	39
پھول کی تلاش	سمیرا انور	39

بزمِ ادب

مناجات	خرم فاروق ضیا	42
دعائیں	ارسلان اللہ خان	43

اخبار السلام

اخبار السلام	ادارہ	50

زیرِ سرپرستی

حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ

مدیر	قارِی عبدُ الرحمٰن
نظرِ ثانی	طارق محمود
تزئین و آرائش	فیضان الحق شمسی

آراء و تجاویز کے لیے

+92 335 1135011

اشتہارات کے لیے

0314-2981344

marketing@fahmedeen.org

26-C گراؤنڈ فلور، سن سیٹ کمرشل اسٹریٹ نمبر 2، خیابانِ جامی، بالمقابل بیت السلام مسجد، ڈیفنس فیز 4 کراچی

ناشر	مطبع	مقامِ اشاعت
فیصل زبیر	واسا پرنٹر	دفترِ فہمِ دین

اے نئے سال بتا!!!

نئے سال 2025ء کے پہلے مہینے جنوری کے فہم دین کا اداریہ لکھنے کا موقع آیا تو ہمیں فیض لدھیانوی مرحوم کی ایک مشہور نظم یاد آنے لگی، جس کا پہلا شعر یہ ہے:

اے نئے سال بتا تجھ میں نیا پن ہے   ہر طرف خلق نے کیوں شور مچا رکھا ہے

درمیان میں فیض سال کو مخاطب کر کے اس کے دورانیے میں پیش آنے والے موسم اور حالات کا ذکر کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ وہی صبح شام، وہی دن رات، وہی روشنی اور اندھیرا ہوں گے، ایک اور شعر میں اپنی بات کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

تو نیا ہے تو دکھا صبح نئی شام نئی   ورنہ اِن آنکھوں نے دیکھے ہیں نئے سال کئی

اور آخری شعر کے الفاظ تو ہماری غفلت بھری زندگی کو جھنجوڑتے ہوئے فیض وہ سبق دیتے ہیں جو ہمیں ہر موقع اور ہر معاملے کے نئے سال کے آغاز کے وقت یاد رکھنا چاہیے، کہتے ہیں:

تیری آمد سے گھٹی عمر جہاں سے سب کی   فیضؔ نے لکھی ہے یہ نظم نرالے ڈھب کی

سال کا آغاز کئی طرح سے ہوتا ہے۔ ایک تو بارہ مہینوں کے کیلنڈر کا سال ہوتا ہے، اب وہ کیلنڈر قمری و ہجری ہو یا شمسی و میلادی اور یا پھر مختلف زمانوں میں رائج کوئی دوسرا تقویم و کیلنڈر! اسی طرح تعلیمی سال کی اپنی اہمیت ہے، مالی سال کی اپنی اہمیت ہے۔ پیدائش سے موت تک لوگ ہر سال اپنے جنم دن پر خوشی مناتے ہیں اور دوست احباب انھیں تحفے ہدیے دیتے اور مبارک باد بھیجتے ہیں وہ دن انھیں بہت خاص لگتا ہے، اس روز انھیں بہت اہمیت ملتی ہے۔ شادی کی سال گرہ یاد رکھنے اور اسے بڑی اہمیت سے منانے کا بھی کئی گھرانوں میں چلن ہے، اسی طرح دنیا سے چلے جانے پر ہر سال پیچھے رہ جانے والے برسی اور عرس مناتے ہیں۔

زیادہ اہتمام یومِ پیدائش کے موقع پر خوشی منانے کا ہوتا ہے اور کیلنڈر کے نئے سال کے آغاز پر تو یوں لگتا ہے جیسے بس 31 دسمبر رات 12 بجتے ہی ہر طرف خوشیاں ہوں گی، سارے غم ختم ہو جائیں گے، غریب مالدار ہو جائیں گے، بداخلاق اپنا روپ تبدیل کر لیں گے، حکم رانوں کے دلوں میں عوام کے ایک ایک فرد کی محبت ہو گی، کارخانے فیکٹری اور اداروں کے مالکان اگلی صبح سب کو مالا مال کر دیں گے، لیکن! یہ حسرت حسرت ہی رہتی ہے، اگلی صبح بھی وہی سب کچھ ہوتا ہے۔ دراصل سال کیلنڈر کا ہو یا یومِ پیدائش پر تبدیل ہونے والا سال یا تعلیمی اور مالی سال، یہ سب ہمیں یہ احساس یاد دلاتے ہیں کہ تم جتنی عمر لے کر آئے تھے، اس میں سے ایک مزید سال کم ہو گیا ہے اور اب تمہاری عمر بڑھ نہیں رہی، گھٹ رہی ہے۔ موت تمہارے اور تم موت کے قریب ہو گئے ہو۔ یہ فرصت جو میسر ہے، اسے اپنے لیے غنیمت سمجھو، زندگی میں تبدیلی لاؤ، ورنہ نئے سال اور سال گرہ کی خوشیاں مناتے مناتے اچانک وہ گھڑی آ پہنچے گی جس میں لمحے کا ہزارواں حصہ بھی بڑھ نہیں سکتا، پھر سوائے حسرت اور افسوس کے کچھ پاس نہیں ہو گا، لیکن وہ حسرت اور افسوس بھی ہمارے لیے کچھ نہیں کر سکیں گے، جتنا بھی افسوس کر لیں، جتنی بھی ہائے ہائے کر لیں، ہمارے ساتھ صرف ہمارے اعمال جائیں گے اور ہمارا اعمال نامہ میدانِ حشر میں تھمایا جائے گا۔

ہر تعلیمی سال کا نتیجہ آنے پر ہمیں اعمال نامے کا خیال ضرور آنا چاہیے۔ یہاں کے عارضی امتحانات میں ناکامی کیسی بدنامی دلاتی اور کام یابی کتنا خوش کرتی ہے، پھر ٹاپ کرنے والوں کے نام کا شہرہ بلند ہوتا ہے، لیکن اصل ناکامی اور اصل کام یابی تو نامۂ اعمال ملنے پر سامنے آئے گی۔ دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ ملنا ہمیشہ ہمیشہ کی کام یابی کی ضمانت ہو گا۔ بائیں ہاتھ میں اعمال ملنے کا مطلب ذلت و رسوائی ہونا ہو گا۔ اسی لیے کیلنڈر کا نیا سال ہو یا اپنی عمر کا نیا سال، اپنے اعمال پر ایک گہری نظر ضرور ڈالنی چاہیے اور نئے سال کے لیے اپنی زندگی میں حقیقی تبدیلی کا عزم کرنا چاہیے اور یہ تبدیلی ہمارے اختیار میں ہے۔ اگر ہم نیک بننا چاہیں اور غفلت کی زندگی کو خیر باد کرنا چاہیں تو ہمیں کوئی روک نہیں سکتا۔ زمانے کی چکاچوند ہماری آنکھیں خیرہ نہیں کر سکتیں۔

اختلافات میں رویہ کیا ہونا چاہیے؟؟

اختلافات کئی طرح اور کئی قسم ہوتے ہیں۔ رائے کا اختلاف بہت بڑی خوب صورتی سمجھا جاتا ہے اور اس خوب صورتی کو ہم اپنے رویّوں کے اعتدال اور لہجے کی مٹھاس سے مزید خوب صورت بنا سکتے ہیں اور اسی اختلاف کو ہم ہٹ دھرمی ضد و عناد اور لہجے کی کڑواہٹ سے بد صورت بنا لیتے ہیں، پھر خوب صورتی ہو یا بد صورتی اس کے بھی مدارج ہوتے ہیں۔ کہیں بہت حسن ہوتا ہے ایسا کہ مخالف بھی اَش اَش کر اٹھتے ہیں اور کہیں ایسی بد صورتی ہوتی ہے کہ کچھ اپنے بھی کراہت محسوس کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ نظم میں بندھے ہونے کی وجہ سے اظہار نہیں کر سکتے۔

سیاسی اختلاف ہو یا مسلکی اور فکری اختلاف، نظریے کا اختلاف ہو یا طریق کار و اسلوب کا اختلاف ان تمام اختلافات کو ہم گفت و شنید کہنے سننے اور رویّوں سے ایسا بنا سکتے ہیں کہ سو فی صد مخالف بھی ہماری رائے سننا اس پر سوچنا اور غور کرنا چاہے اور اسی اختلاف کو ہم ایسا بھی بنا لیتے ہیں کہ ساتھ رہنے والے بھی ہمیں پسند نہیں کرتے یا کم از کم اپنے دل میں ہمارے لیے کوئی اچھے جذبات نہیں رکھتے۔ آج کل ہر طرف انتہا پسندی کا ماحول ہے اور اچھے خاصے سنجیدہ حضرات بھی ماحول کا اثر لیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ہر طبقے میں کچھ ایسے روشن ضمیر حضرات ہونے چاہییں، جو نفرت کی فضا ختم کرنے کا جذبہ رکھتے ہوں اور اپنے طبقے، اپنی جماعت کو بھی اعتدال اور میانہ روی کا سبق یاد دلاتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو!!

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

الانعام 36-41

فہمِ قرآن

إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ وَالْمَوْتَىٰ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ ثُمَّ إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ 36

ترجمہ: بات تو وہی لوگ مان سکتے ہیں جو (حق کے طالب بن کر) سنیں، جہاں تک ان مردوں کا تعلق ہے، ان کو تو اللہ ہی قبروں سے اُٹھائے گا، پھر یہ اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ 36

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۚ قُلْ إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ عَلَىٰ أَن يُنَزِّلَ آيَةً وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ
لَا يَعْلَمُونَ 37

ترجمہ: یہ لوگ کہتے ہیں کہ (اگر یہ نبی ہیں تو) ان پر کوئی نشانی کیوں نہیں اُتاری گئی؟ تم (ان سے) کہو کہ اللہ بیشک اس بات پر قادر ہے کہ کوئی نشانی نازل کر دے، لیکن ان میں سے اکثر لوگ (اس کا انجام) نہیں جانتے۔ 37

تشریح نمبر 1: اس آیت میں فرمائشی معجزات نہ دِکھانے کی ایک اور وجہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی سنت یہ رہی ہے کہ پچھلی قوموں کو جب کبھی ان کا مانگا ہوا معجزہ دِکھایا گیا ہے تو ساتھ ہی یہ تنبیہ بھی کر دی گئی ہے کہ اگر اس کے باوجود وہ ایمان نہ لائے تو انھیں اس دُنیا ہی میں ہلاک کر دیا جائے گا، چناں چہ کئی قومیں اسی طرح ہلاک ہوئیں، چوں کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ کفارِ مکہ میں سے اکثر لوگ ہٹ دھرم ہیں اور وہ فرمائشی معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائیں گے، اس لیے اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطابق وہ ہلاک ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کو ابھی یہ منظور نہیں ہے کہ انھیں عذابِ عام کے ذریعے ہلاک کیا جائے، لہٰذا جو لوگ فرمائشی معجزات کا مطالبہ کر رہے ہیں، وہ اس کے انجام سے ناواقف ہیں۔ ہاں! جن لوگوں کو ایمان لانا ہے، وہ مطلوبہ معجزات کے بغیر دوسرے دلائل اور معجزات دیکھ کر خود ایمان لے آئیں گے۔

وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُم ۚ مَّا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ
مِن شَيْءٍ ۚ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ 38

ترجمہ: اور زمین میں جتنے جانور چلتے ہیں اور جتنے پرندے اپنے پَروں سے اُڑتے ہیں، وہ سب مخلوقات کی تم جیسی ہی اصناف ہیں۔ ہم نے کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے، پھر ان سب کو جمع کر کے ان کے پروردگار کی طرف لے جایا جائے گا۔ 38

تشریح نمبر 2: اس آیت نے یہ بتایا ہے کہ مرنے کے بعد دوسری زندگی صرف انسانوں کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ تمام جانوروں کو بھی قیامت کے بعد حشر کے دن زندہ کر کے اُٹھایا جائے گا۔ ”تم جیسی ہی اصناف ہیں“ کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح تمہیں دوسری زندگی دی جائے گی، اسی طرح ان کو بھی دوسری زندگی ملے گی۔ ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ نے بیان فرمایا ہے کہ جانوروں نے دُنیا میں ایک دوسرے پر جو ظلم کیے ہوں گے، میدانِ حشر میں مظلوم جانور کو حق دیا جائے گا کہ وہ ظالم سے بدلہ لے۔ اس کے بعد چوں کہ وہ حقوق اللہ کے مکلّف نہیں ہیں، اس لیے ان پر دوبارہ موت طاری کر دی جائے گی۔ یہاں اس حقیقت کو بیان فرمانے کا مقصد بظاہر یہ ہے کہ کفارِ عرب مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کو ناممکن قرار دیتے تھے اور کہتے تھے کہ سارے کے سارے انسان جو مر کر مٹی ہو چکے ہوں گے، ان کو دوبارہ کیسے جمع کیا جا سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا ہے کہ صرف انسانوں ہی کو نہیں، جانوروں کو بھی زندہ کیا جائے گا، حالاں کہ جانوروں کی تعداد انسانوں سے کہیں زیادہ ہے۔ رہا یہ معاملہ کہ دنیا کی ابتدا سے انتہا تک کے بے شمار انسانوں اور جانوروں کے گلے سڑے اجزا کا کیسے پتا لگایا جائے گا؟ تو اس کا جواب اگلے جملے میں یہ دیا گیا ہے کہ لوح محفوظ میں ہر بات درج ہے اور یہ ایسا ریکارڈ ہے، جس میں کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی ہے، لہٰذا نہ انسانوں کو جمع کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ مشکل ہے، نہ جانوروں کا۔

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا صُمٌّ وَبُكْمٌ فِي الظُّلُمَاتِ ۗ مَن يَشَإِ اللَّهُ يُضْلِلْهُ وَمَن يَشَأْ يَجْعَلْهُ عَلَىٰ
صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ 39

ترجمہ: اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے، وہ اندھیروں میں بھٹکتے بھٹکتے بہرے اور گونگے ہو چکے ہیں۔ اللہ جسے چاہتا ہے، (اس کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے) گم راہی میں ڈال دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے، سیدھی راہ پر لگا دیتا ہے۔ 39

تشریح نمبر 3: یعنی اپنے اختیار سے گم راہی کو اپنا کر انھوں نے حق سننے اور کہنے کی صلاحیت ہی ختم کر لی ہے۔ یاد رہے کہ یہ ترجمہ فِي الظُّلُمَاتِ کو صُمٌّ وَبُكْمٌ سے حال قرار دینے پر مبنی ہے، جسے علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے راجح قرار دیا ہے۔

قُلْ أَرَأَيْتَكُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ أَوْ أَتَتْكُمُ السَّاعَةُ أَغَيْرَ اللَّهِ تَدْعُونَ
إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ 40

ترجمہ: (ان کافروں سے) کہو: ”اگر تم سچے ہو تو ذرا یہ بتاؤ کہ اگر تم پر اللہ کا عذاب آ جائے یا تم پر قیامت ٹوٹ پڑے تو کیا اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے؟“ 40

بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِن شَاءَ وَتَنسَوْنَ مَا تُشْرِكُونَ 41

ترجمہ: بلکہ اُسی کو پکارو گے، پھر پریشانی کے لیے تم نے اُسے پکارا ہے، اگر وہ چاہے گا تو اُسے دُور کر دے گا اور جن (دیوتاؤں) کو تم اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو (اُس وقت) ان کو بھول جاؤ گے۔ 41

تشریح نمبر 4: عرب کے مشرکین یہ مانتے تھے کہ اس کائنات کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے، لیکن ساتھ ہی ان کا عقیدہ یہ تھا کہ اس کی خدائی میں دوسرے بہت سے دیوتا اس طرح شریک ہیں کہ خدائی کے بہت سے اختیارات ان کو حاصل ہیں۔ اب ہوتا یہ تھا کہ وہ ان دیوتاؤں کو خوش رکھنے کی نیت سے ان کی پرستش کرتے رہتے تھے، مگر جب کوئی ناگہانی آفت آ پڑتی تھی، مثلاً سمندر میں سفر کرتے ہوئے پہاڑ جیسی موجوں میں گھر جاتے تھے تو اپنے گھڑے ہوئے دیوتاؤں کے بجائے اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے تھے۔ یہاں ان کی اس عادت کے حوالے سے یہ سوال کیا جا رہا ہے کہ جب دنیا کی ان مصیبتوں میں تم اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہو تو اگر کوئی بڑا عذاب آ جائے یا قیامت ہی آ کھڑی ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کو پکارو گے۔

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

فہم حدیث

جماعت کی اہمیت

نماز صرف ایک عبادتی فریضہ ہی نہیں ہے بلکہ وہ ایمان کی نشانی اور اسلام کا شعار بھی ہے اور اس کا ادا کرنا اسلامیت کا ثبوت اور اس کا ترک کر دینا دین سے بے اعتنائی اور اللہ و رسول ﷺ سے بے تعلّقی کی علامت ہے، اس لیے ضروری تھا کہ نماز کی ادائیگی کا کوئی ایسا بندوبست ہو کہ ہر شخص اس فریضہ کو اعلانیہ اور علی روس الاشہاد یعنی سب کے سامنے ادا کرے۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی ہدایت رسول اللہ ﷺ نے نماز باجماعت کا نظام قائم فرمایا اور ہر مسلمان کے لیے جو بیمار یا کسی دوسری وجہ سے معذور نہ ہو، جماعت سے نماز ادا کرنا لازمی قرار دیا۔ ہمارے نزدیک اس نظامِ جماعت کا خاص راز اور اس کی خاص الخاص حکمت یہی ہے کہ اس کے ذریعے افرادِ امت کا روزانہ، بلکہ ہر روز پانچ مرتبہ احتساب ہو جاتا ہے، نیز تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ اس جماعتی نظام کے طفیل بہت سے وہ لوگ بھی پانچوں وقت کی نماز پابندی سے ادا کرتے ہیں جو عزیمت کی کمی اور جذبے کی کم زوری کی وجہ سے انفرادی طور پر کبھی بھی ایسی پابندی نہ کرسکتے۔

علاوہ ازیں باجماعت نماز کا یہ نظام بجائے خود افراد امت کی دینی تعلیم و تربیت کا اور ایک دوسرے کے احوال سے باخبری کا ایسا غیر رسمی اور بے تکلّف انتظام بھی ہے، جس کا بدل سوچا بھی نہیں جاسکتا، نیز نماز باجماعت کی وجہ سے مسجد میں عبادت وانابت اور توجّہ الی اللہ و دعواتِ صالحہ کی جو فضا قائم ہوتی ہے اور زندہ قلوب پر اس کے جو اثرات پڑتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے مختلف الحال بندوں کے قلوب ایک ساتھ متوجّہ ہونے کی وجہ سے آسمانی رحمتوں کا جو نزول ہوتا ہے اور جماعت میں اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتوں کی شرکت کی وجہ سے (جس کی اطلاع رسول اللہ ﷺ نے بہت سی حدیثوں میں دی ہے) نماز جیسی عبادت میں ملائکہ اللہ کی جو معیت اور رفاقت نصیب ہوتی ہے، یہ سب اسی نظامِ جماعت کے برکات ہیں۔

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَا مِنْ ثَلَاثَةٍ فِي قَرْيَةٍ وَلَا بَدْوٍ لَا تُقَامُ فِيهِمُ الصَّلوٰةُ إِلَّا قَدِ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَعَلَيْكَ بِالْجَمَاعَةِ فَإِنَّمَا يَأْكُلُ الذِّئْبُ الْقَاصِيَةَ. (رواہ احمد و ابوداود و النسائی)

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی بستی میں یا بادی میں تین آدمی ہوں اور وہ نماز باجماعت نہ پڑھتے ہوں تو ان پر شیطان یقیناً قابو پالے گا، لہٰذا تم جماعت کی پابندی کو اپنے پر لازم کرلو، کیونکہ بھیڑیا اس بھیڑ کو اپنا لقمہ بناتا ہے جو گلہ سے الگ دور رہتی ہے۔ (مسند احمد، سنن ابی داؤد، سنن نسائی)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ اگر کسی جگہ صرف تین آدمی بھی نماز پڑھنے والے ہوں تو ان کو جماعت ہی سے نماز پڑھنا چاہیے، اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو شیطان آسانی سے ان کو شکار کرسکے گا۔

نماز باجماعت کی فضیلت اور برکت

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلَاةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً (رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: باجماعت نماز پڑھنا اکیلے نماز پڑھنے کے مقابلے میں ستائیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

جماعت کی نیت پر جماعت کا پورا ثواب

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ خَرَجَ عَامِدًا إِلَى الْمَسْجِدِ فَوَجَدَ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا كَتَبَ اللهُ لَهُ مِثْلَ أَجْرِ مَنْ حَضَرَهَا وَلَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا۔ (رواہ ابوداؤد و النسائی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے وضو کیا اور اچھی طرح (یعنی پورے آداب کے ساتھ) وضو کیا، پھر وہ (جماعت کے ارادے سے مسجد کی طرف) گیا، وہاں پہنچ کر اس نے دیکھا کہ لوگ جماعت سے نماز پڑھ چکے اور جماعت ہو چکی تو اللہ تعالیٰ اس بندے کو بھی ان لوگوں کے برابر ثواب دے گا جو جماعت میں شریک ہوئے اور جنہوں نے جماعت سے نماز ادا کی اور یہ چیز ان لوگوں کے اجر و ثواب میں کمی کا باعث نہیں ہوگی۔ (سنن ابی داؤد، سنن نسائی)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ ایک شخص جو جماعت کی پابندی کرتا ہے اور اس کے لیے پورا اہتمام کرتا ہے، اس کے ساتھ اگر کبھی ایسا واقعہ پیش آجائے کہ وہ اپنی عادت کے مطابق اچھی طرح وضو کر کے جماعت کی نیت سے مسجد جائے اور وہاں جا کر اسے معلوم ہو کہ جماعت ہو چکی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیت اور اس کے اہتمام کی وجہ سے اس کو جماعت والی نماز کا پورا ثواب عطا فرمائیں گے، کیوں کہ ظاہر ہے کہ اس کی کسی نادانستہ کوتاہی یا غفلت ولا پرواہی کی وجہ سے اس کی جماعت فوت نہیں ہوئی ہے، بلکہ وقت کے اندازہ کی غلطی یا کسی ایسی ہی وجہ سے وہ بے چارہ جماعت سے رہ گیا ہے، جس میں اس کا قصور نہیں ہے۔

Shangrila
THE FOOD EXPERTS!
THE EXPERTS' SECRET IS NO LONGER A SECRET
PAKISTAN'S NO.1*
LIQUID SEASONINGS
www.shangrila.com.pk
*Foresight Household Panel 2024

عدل و انصاف

حضرت مولانا عبدالستار حفظہ اللہ

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيْتَآءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ

قرآنِ مجید کی یہ آیت ہر خطیب ہر جمعے کے خطبے میں پڑھتا ہے اور اہلِ ایمان، اہلِ اسلام اسے سنتے ہیں۔ اس آیت میں ایک بڑا زبردست زندگی کا پیغام ہے۔ زندگی کا ایک دستور، ایک ہدایت نامہ جس سے معاشرے اور سوسائٹی میں بلکہ نجی زندگی، گھر کی زندگی سے لے کر قومی زندگی تک اس ہدایت نامے پر عمل کرنے سے خوش گوار تبدیلی آتی ہے۔ اس آیت میں اہلِ ایمان کو حکم ہے إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ "اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتے ہیں عدل کا اور نیکی کا" عدل کے اس حکم میں اصل بات یہ ہے کہ عدل وانصاف غیر جانبدارانہ ہو اور یہ عدل وانصاف سب کے لیے ہو، اس میں اپنے پرائے کی کوئی تخصیص نہیں کہ صرف مسلمانوں سے کرنا ہے۔ دینِ اسلام توحید کے معاملے میں بہت حساس ہے، کسی بھی ایسی چیز سے جس سے توحید مجروح ہوتی ہو، ہمارے دین میں وہ پسندیدہ نہیں سمجھی جاتی، لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰهِ "ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور تم میں وہ آدمی بہت اچھا ہے جو اللہ کے اس کنبے کے ساتھ اچھا کرے۔"

عدل سب کے لیے ہے۔ عدل کی حقیقت کیا ہے؟ کسی کے ساتھ زیادتی نہیں، کسی کی حق تلفی نہیں۔ اب بتایئے! اللہ کا یہ حکم اس زمین پر مسلمان اسے زندہ کرلے، کسی کے ساتھ زیادتی نہیں اور یہ کوئی ایسا حکم نہیں کہ کرلیا تو ثواب ملا نہ کیا تو کوئی بات نہیں۔ کوئی مستحب، کوئی نفل، کوئی سنت نہ نہ!! یہ فرض ہے، یہ فریضہ ہے، جیسے عبادات کی زندگی میں کچھ فرائض ہوتے ہیں،

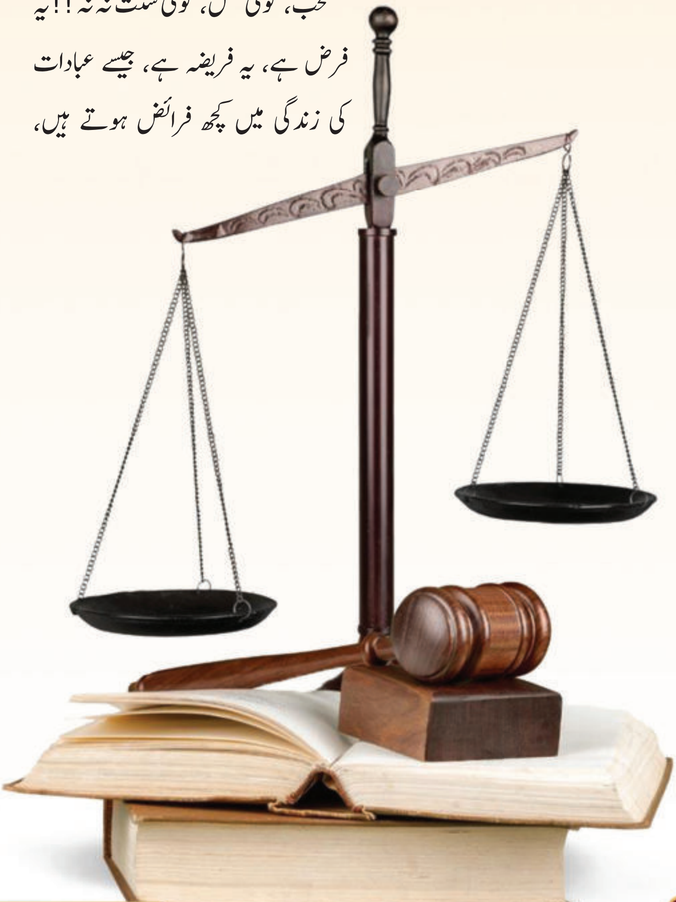

کچھ سنتیں ہوتی ہیں، کچھ مستحبات ہوتے ہیں، ایسی معاشرت میں معاملات میں بھی کچھ فرائض ہیں، یہ ان فرائض میں سے ہے۔ معاملات اور معاشرت کے اندر بھی کچھ فرائض ہوتے ہیں، کچھ سنتیں ہوتی ہیں، کچھ مستحبات ہوتے ہیں۔ مسلمانوں میں عبادات میں تو سنتوں کا بھی اہتمام ہوتا ہے اور اسی درجے نوافل کا بھی اہتمام ہوتا ہے، لیکن معاملات اور معاشرت کی زندگی میں فرائض کا بھی لحاظ نہیں۔

عدل کرنا فرض ہے، یعنی کسی کے ساتھ زیادتی نہیں انصاف۔۔۔ اور یہ سب کے ساتھ انصاف ایسا نہیں ہوتا جو جانبداری کے ساتھ ہو کہ جو اپنی زبان کا ہے، اپنی قوم کا ہے، اپنے علاقے کا ہے، اپنے مذہب کا ہے، اپنے قریب کا ہے تو انصاف کے لیے قدم اٹھیں اور قلم انصاف لکھنے لگ جائے نہ نہ!! بے گانہ بھی ہو، بلکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ تمہارا دشمن ہی کیوں نہ ہو وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى اگر کسی کے بارے میں تمہارے دل میں میل ہے تو یہ چیز تمہیں ناانصافی پہ نہ کھڑا کرے، یہاں بھی انصاف کرنا۔ کسی کے بارے میں اگر تمہارے دل میں میل ہے اور معاملہ تمہارے پاس آگیا تم انصاف سے کام لینا، اس لیے کہ اللہ کا حکم یہی ہے کہ تم ہر حال میں انصاف سے کام لو۔

کسی گھر میں یا کسی معاشرے اور سوسائٹی میں انصاف ہوتا ہے، عدل ہوتا ہے تو وہاں اتفاق اور محبتیں اور دلوں کے اندر ایک دوسرے کے لیے خیر خواہی کے جذبات پروان چڑھتے ہیں۔ چھوٹی سے چھوٹی اکائی گھر! اگر یہاں سے بھی انصاف اُٹھ جائے، زیادتی ہونے لگ جائے کسی کے ساتھ، کسی کے ساتھ ناانصافی ہونے لگ جائے گی، کسی کی عزتِ نفس مجروح ہونے لگ جائے تو وہاں بھی دشمنی اور نفرتیں دلوں میں جگہ بنالیتی ہیں۔ وہاں بھی نفرتیں اور دشمنی دلوں میں جگہ بنالیتی ہیں، انصاف نہیں۔۔۔ اور میں عرض کررہا ہوں، یہ مسلمانوں پر فرض ہے انصاف! کہ زیادتی نہیں، ناانصافی نہیں، کسی کے لیے تکلیف نہیں اور قومی سطح پہ اسلام میں جتنی سزائیں ہیں، وہ سب عدل وانصاف پر مشتمل ہیں۔ اگر اسلام میں یہ ہے وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ اگر اسلام میں قصاص ہے، قاتل کی

سزا قصاص، عدل! چوری کی سزا عدل پر! شرابی اور زانی کی سزا عدل پہ! اگر یہ سزائیں جو عدل پر ہیں، کسی زمین پر یہ عدل وانصاف جاری ہو جائے، اس سرزمین کو تحفہ ملے گا امن اور سلامتی کا! جب یہ اسلام کی عادلانہ سزائیں کسی زمین پہ جاری ہو جائیں تو اس معاشرے اور سوسائٹی کو امن اور سلامتی کا انعام ملے گا۔

رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے جب تمہارے ہاں فیصلے انصاف کے مطابق نہ ہوں اور جب تمہارے ہاں فیصلے قرآن کے مطابق نہ ہوں تو تمہارے اوپر ایک عذاب آئے گا اور تمہارے اوپر عذاب یہ آئے گا تم باہم ایک دوسرے کو قتل کرنے لگو گے، پھر تم پہ ایک عذاب آئے گا کسی کی جان، عزت آبرو محفوظ نہیں رہے گی۔ اس لیے کہ تم نے انسانوں کے بنائے ضابطوں پر فیصلے شروع کر دیے۔ خدائی فیصلے جو عدل وانصاف پر تھے، اسے نظر انداز کر دیا تو پھر زمین پر امن وسلامتی کیسے آ سکتی ہے---؟

عدل وانصاف! رسول اللہ ﷺ نے صدیوں سال پہلے یہ بات بتائی کہ تمہارے اندر یہ جو قتل وغارت ہے، تمہارے ہاں عدل وانصاف کا قانون ناپید ہے۔ تمہارے ہاں عدل و انصاف کا ضابطہ وہ ناپید ہے۔ ایک چھوٹے سے گھر پہ بھی اگر ظلم شروع ہو جائے تو وہ گھر نہیں رہتا، اس چھوٹے سے گھر میں سلامتی نہیں رہتی، وہاں اتفاق اور محبتیں نہیں رہتیں تو کسی معاشرے کے اندر اگر ظلم جاری ہو جائے تو وہاں کیسے امن وسلامتی رہ سکتی ہے---؟ تو عدل وانصاف کی ساری سزائیں جن کا ذکر قرآن میں بھی ہے اور قرآن عدل وانصاف کا سرچشمہ اگر کسی زمین پہ یہ عدل وانصاف کی سزائیں جاری ہوں، اللہ انعام دیتا ہے سلامتی، امن، اتفاق! لیکن جب عدل ہی نہ رہے، انصاف ہی نہ رہے، پھر جو طاقت ور ہوگا، جس کے ہاتھ میں لاٹھی ہوگی، اسی کی بھینس! پھر کس کی جان، عزت محفوظ نہیں رہے گی۔

اسلام اپنے پیروکاروں کو یہاں تک کہتا ہے کہ جہاں تمہارے قانون کی رسائی نہیں، قانون بھی وہاں نہ پہنچے انسانوں کی نظریں بھی وہاں نہ پہنچیں، لیکن تم نے پھر بھی انصاف کا دامن نہیں چھوڑنا۔ کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کرنی۔ قانون نہیں، وہاں کسی انسان کی نظر بھی نہیں پڑ رہی، خلوت ہے، میاں بیوی کی زندگی ہے، بہن بھائی کی زندگی ہے تو اسلام تو اپنے پیروکاروں کو کہتا ہے کہ تمہارے اوپر یہاں بھی عدل فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے، انصاف---اور آج مسلمان ہی کی زندگی میں انصاف نہ رہا---

ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں آیا، کہنے لگا: "یا رسول اللہ ﷺ! میں بہت انصاف کی زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔" عام طور پر لوگ کسی تکلیف میں ہوتے ہیں کسی آزمائش میں ہوتے ہیں تو پوچھتے ہیں کوئی وظیفہ! ہم ایسے شخص کو اپنے نبی کی سیرت کی روشنی میں بتاتے ہیں کہ میاں! سب سے پہلے اپنا محاسبہ کرو، کہیں زیادتی تو نہیں ہو رہی اللہ کے حق میں یا اللہ کے بندوں کے حق میں! سب سے پہلے اپنا محاسبہ کرو--- لیکن فوراً جواب ملتا ہے، نہیں نہیں! میں نے کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کی۔ وہ بے چارہ زیادتی کا مفہوم سمجھتا ہی نہیں، عام طور پر لوگوں کی نظر میں ڈاکا ڈالنا، قتل کرنا کسی کا مال لوٹ لینا اسی کا نام زیادتی ہے۔ باقی جو اس کی زبان قینچی کی طرح چلتی ہے جس سے دوسروں کی عزتِ نفس مجروح کرتا ہے، جو اس کی زندگی کا رویہ ہے، جو اس کا لوگوں کے ساتھ برتاؤ ہے، جو اس کی ظالمانہ معاشرت ہے، وہ اسے نہیں دیکھتا۔ ایک شخص نے جب حضورِ پاک ﷺ کی خدمت میں آ کر یہ کہا کہ "میں سب سے زیادہ انصاف بھری زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔" پیارے رسول ﷺ نے انصاف کا پیمانہ ہاتھ میں دے دیا، "دیکھو بھائی! جو اپنے لیے پسند کرو وہی دوسروں کے لیے بھی پسند کرو۔" یہ انصاف ہے۔ قانون کی رسائی نہیں ہے، لیکن میں نہیں چاہتا کوئی میرے پیچھے غیبت کرے اگر تم کسی بھائی کے لیے غیبت کر رہے ہو، یہی تو ظلم ہے۔ اسی کا نام تو ظالم ہے۔ ظلم کے کوئی سینگ ہوتے ہیں، تم نہیں چاہتے کہ کوئی تمہاری عزتِ نفس مجروح کرے، تم اپنے ماتحت کے، اپنے مزدور کے، اپنے خادم کے، اپنے ملازم کے، اپنے چوکیدار کی عزتِ نفس مجروح کرتے ہو، اسی کا نام تو ظلم ہے۔ ظلم کیسا ہوتا ہے؟ اسی کا نام تو ظالم ہونا ہے۔ ہر شخص ماں کے پیٹ سے عزتِ نفس لے کر آیا ہے۔ اگر ساتھ چوکیدار بیٹھ جائے تو یہ اس کی شان کے خلاف ہے، حالاں کہ دونوں پیدا ایک ہی طرح ہوئے ہیں اور دونوں کے پیٹ کے اندر گندگی بھری ہوئی ہے، صرف سوئی چبھونے کی دیر ہے اندر سے گندگی ہی نکلے گی، لیکن دماغ میں خناس بھرا ہوا ہے تکبر کا، غرور کا، جس کی وجہ سے یہ ظلم کر رہا ہوتا ہے لب ولہجے سے، رویے سے، اپنی بد اخلاقی سے، اپنی طاقت سے، اپنے عہدے اور منصب سے--- ظلم ہے---!!

ہاں! کبھی کبھی غلطی ہو جاتی ہے، معافی مانگ لو! بھول ہو جاتی ہے، معافی مانگ لو! تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "انصاف--- جو اپنے لیے پسند کرتے ہو، وہ اپنے بھائی کے لیے بھی پسند کرو۔" اور انصاف سب کے لیے ہے بھائی! اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللہِ غریب ہے، مزدور ہے، غیر مسلم ہے زیادتی اس کے ساتھ بھی نہیں۔ ناانصافی اس کے ساتھ بھی نہیں۔ انصاف سب کے ساتھ! انصاف رنگ دیکھ کر نہیں ہوتا بھائی! عہدہ دیکھ کر نہیں ہوتا، زبان دیکھ کر نہیں ہوتا، مفاد دیکھ کر نہیں ہوتا، تعریف دیکھ کر نہیں ہوتا، بسا اوقات انصاف وہاں بھی کرنا پڑتا ہے، جہاں تنقید کا اندیشہ ہوتا ہے، لیکن اللہ کے لیے کرنا ہے۔ یہ فریضہ ہے زندگی کا! اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ اللہ کا حکم ہے انصاف سے کام لو، نیکی کرو اور اس عدل وانصاف کی برکتیں ہیں۔ اس سے دل جڑتے ہیں۔ اس سے معاشرے اور سوسائٹی کے اندر ایک دوسرے کے لیے محبت کے جذبات پروان چڑھتے ہیں۔ گھر کی چار دیواری میں اگر ظلم اور زیادتی ہوگی، وہاں سے بھی دل ٹوٹ جائیں گے۔ یہ معاشرتی زندگی کا، معاملات کی زندگی کا، اخلاق کی زندگی کا فریضہ ہے۔ مسلمان عبادات کے فرائض سب جانتا ہے، نماز فریضہ ہے، حج فریضہ ہے، زکوٰۃ فریضہ ہے، روزہ فریضہ ہے۔ معاملات اور معاشرت کا بھی فریضہ ہے، یہ بھی فرض ہے کہ میری ذات سے کسی کے ساتھ زیادتی اور ناانصافی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ عدل وانصاف والی زندگی نصیب فرمائے اور اور قومی سطح پہ اللہ تعالیٰ ہمیں امن اور سلامتی کی دولت نصیب فرمائے۔ آمین!

بانیہ عبدالشکور

تربیتِ اولاد

اولاد ایک ایسا پودا ہے، جس کی ہم اگر اچھی طرح دیکھ بھال کریں، توجہ دیں، خیال رکھیں گے تو یہ پودا ایک دن ایک ہرا بھرا تناور درخت بن کے نہ صرف دنیا میں ہمیں ٹھنڈی چھاؤں مہیا کرے گا بلکہ دنیا سے رخصت ہونے کے بعد ہمارے لیے صدقہ جاریہ بنے گا اور اپنے میٹھے پھل سے نہ صرف ہمیں فائدہ پہنچاتا رہے گا، بلکہ معاشرے کے لیے بھی راحت کا باعث بنے گا۔۔۔ لیکن اگر ہم اس پودے کی صحیح دیکھ بھال نہیں کریں گے تو یہ پودا ایک ٹُنڈ مُنڈ درخت ہی بنے گا، جو نہ اپنے لیے فائدہ مند ہوگا اور نہ ہی ہمارے یا معاشرے کے لیے باعثِ خیر ہوگا اور اس کے بُرے اعمال نہ جانے کس کس کے لیے گناہِ جاریہ بن جائیں۔ لہٰذا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اپنی اولاد کی تربیت کرنی چاہیے۔ یہ والدین کا فرض ہے اور اولاد کا حق ہے کہ والدین اسے اسلام کے مطابق تمام معاملات سکھائیں۔

والدین کا فرض ہے کہ وہ محبت واحترام کے ماحول میں اولاد کی پرورش کریں۔ اسلامی تعلیمات سے آبیاری کریں اور حلال کھاد سے ان کی گوڈی کریں، تاکہ آنے والے وقت میں وہ ایک خوب صورت، مضبوط، پھلدار، سایہ دار درخت ثابت ہوں، جو سب کے لیے باعثِ سکون ہوں۔ اپنی اولاد کو فائدہ مند بنائیں دین کے لیے، معاشرے کے لیے، اپنے لیے۔ اولاد اگر رحمت ہے تو زحمت بھی ہے، لہٰذا کبھی اولاد کی محبت سے مجبور ہو کر کوئی غیر اسلامی قدم نہ اٹھائیں، نہ حرام کمائیں اور نہ اولاد کو کھلا کے دونوں کی دنیا و آخرت برباد کریں۔

اولاد والدین کی ذمہ داری ہے۔ ان کی تربیت والدین کا فرض ہے۔ یہ تو گیلی مٹی کی مانند ہیں، انھیں جس سانچے میں ڈھالیں ڈھل جائیں گے، لہٰذا ان نازک نفوس کو اسلامی تعلیمات کے سانچے میں ڈھالیں، تاکہ تین زندگیاں سنور جائیں: (1) اولاد کی، (2) والدین کی اور (3) معاشرے کی۔

والدین کے پاس موقع اور وقت ہوتا ہے، چاہیں تو اس گیلی مٹی کو کیچڑ بنا دیں، مگر کیچڑ کے چھینٹے سب سے زیادہ والدین کے دامن پر ہی گریں گے اور چاہیں تو ایک خوب صورت گلدان بنا دیں، جس میں احساس، احترام، حیا، خلوص، وفا، ہمدردی کے پھول ہوں جو نہ صرف والدین کو بہترین خوشبو سے سرشار کریں گے بلکہ معاشرے کو بھی مہکائیں گے۔

اولاد کی تربیت کو بہتر بنانے کے لیے والدین کے لیے منظّم، مستقل اور محبت بھرا رویہ اپنانا ضروری ہے۔ (اس سلسلے میں بچوں کی تربیت کے متعلق اسلامی کتب اور مستند علما سے رہنمائی لیں۔) تربیت صرف نصیحت کرنے تک محدود نہیں ہوتی بلکہ اس میں بچوں کے سامنے عملی مثال بننا، ان کے ساتھ وقت گزارنا اور ان کی شخصیت کو صحیح راہ پر ڈالنا شامل ہوتا ہے۔

یہاں چند عمومی نکات پیش کیے جا رہے ہیں جن کی مدد سے والدین بچوں کی تربیت بہتر بنا سکتے ہیں:

- بچوں (بیٹوں، بیٹیوں دونوں) کو اسلامی تعلیمات اور اخلاقی اقدار سکھانا سب سے بنیادی قدم ہے۔ قرآن کی تعلیمات اور نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے مطابق بچوں کو ایمان، اخلاق، صبر، شکر، بہادری، سچ بولنے اور حلال حرام کی تمیز سکھائیں۔
- جتنی بہتر آپ بچوں کی دینی تربیت کریں گے اتنی ہی آسانی انھیں ہر قسم کے فتنوں سے بچنے میں ہوگی۔
- دینی واقعات سنائیں جو ان کے اندر ایمان اور بہترین کردار پیدا کریں۔
- گھر کا ماحول محبت، شفقت اور احترام سے بھرا ہونا ضروری ہے، تاکہ بچے جذباتی طور پر مطمئن ہوں۔ بچوں کے ساتھ دوستانہ اور مثبت رویہ اختیار کریں، تاکہ وہ اپنے مسائل اور خیالات آپ سے بلا جھجک شیئر کر سکیں۔
- بچوں کی زندگی کا حصہ بنیں، ان کے ساتھ وقت گزاریں، ان کی دل چسپیوں کو سمجھیں۔ ہوم ورک میں جہاں ضرورت ہو ان کی مدد کریں اور ان کے ساتھ مختلف مثبت گیم کھیلیں۔ یہ وقت آپ کو ان کی شخصیت اور سوچ کو بہتر طور پر سمجھنے کا موقع دے گا۔
- بچے اپنے والدین کو دیکھ کر ہی سیکھتے ہیں، لہٰذا جو اخلاقیات والدین ان میں دیکھنا چاہتے ہیں، وہ پہلے خود اپنی زندگی میں اپنائیں۔ والدین اگر سچ بولتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، بڑوں کا احترام کرتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں، اچھے کاموں میں دوسروں کی مدد کرتے ہیں، رشتوں کا احترام کرتے ہیں تو بچے بھی یہی سیکھیں گے۔
- بچوں کی اسکول کی تعلیم کے ساتھ ان کی اخلاقی اور دینی تربیت پر بھی زور دیں۔ انھیں صرف تعلیمی کام یابی کے پیچھے نہ بھگائیں، بلکہ انھیں سکھائیں کہ اچھا انسان بننا، بہترین مسلمان بننا سب سے اہم ہے۔
- بچوں کی تربیت میں ایک نظم ہونا ضروری ہے۔ والدین کو چاہیے دینِ اسلام کی روشنی میں بچوں کو اچھے اور بُرے کی پہچان کرائیں، ان کی سرگرمیوں پر نظر رکھیں اور اگر وہ کوئی غلطی کریں تو شفقت کے ساتھ ان کی اصلاح کریں، لیکن ضرورت اور موقع کے مطابق سختی بھی کریں کیونکہ صرف نرمی بھی بہت سی برائیوں کی وجہ بن جاتی ہے۔
- واضح حدود اور اصول مقرر کریں اور انھیں نرمی کے ساتھ سمجھائیں، تاکہ وہ اپنی ذمے داریوں اور حقوق کو سمجھیں۔
- بچوں کی کام یابیوں اور اچھی عادات کی تعریف کریں۔ تعریف کرنے سے بچوں کی خود اعتمادی بڑھتی ہے اور وہ مزید بہتر بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہر چھوٹی کام یابی کو سراہنا ان کے لیے بڑی ترغیب ثابت ہو سکتا ہے۔

◆ تربیت ایک مسلسل عمل ہے، یہ ایک دن کی بات نہیں۔ مستقل مزاجی کے ساتھ بچوں کی اصلاح اور رہنمائی کریں۔ بچوں کو تربیت دینے میں صبر کا مظاہرہ کریں اور ان کی چھوٹی چھوٹی کامیابیوں پر خوش ہوں۔

◆ بچوں کو صحت مند غذا دیں، گھر کے کھانے کو ترجیح دیں۔ روزانہ واک کرنے، عمر کے مطابق ورزش کرنے، رات کو جلدی سونے کی بھی عادت ڈالیں۔

◆ بچوں کے ساتھ دوستانہ تعلق رکھیں، لیکن ساتھ ہی ان کی غیر محسوس طریقے سے نگرانی بھی کریں۔ ان کے دوستوں، آن لائن سرگرمیوں اور اسکول کی سرگرمیوں پر نظر رکھیں، تاکہ وہ کسی غلط سمت میں نہ جائیں۔

◆ بچوں کی غلطیوں پر غصہ کرنے کی بجائے نرمی اور حکمت سے سمجھائیں۔

◆ بچوں کو سکھائیں کہ وہ نہ صرف اپنے لیے بلکہ اپنے خاندان، معاشرے، دین کے لیے بھی ذمہ دار ہیں۔ انھیں دوسروں کی مدد، احترام اور تعاون کی تعلیم دیں۔

◆ بچوں کو وقت کی اہمیت سکھانے کے لیے انھیں روزانہ کے معمولات میں نظم وضبط کا عادی بنائیں۔ انھیں نماز کے وقت، مطالعے کے وقت اور کھیل کے وقت میں توازن پیدا کرنا سکھائیں۔

◆ گھریلو کاموں میں حصہ لینے کا بھی وقت مقرر کریں، تاکہ وہ ذمے داریوں کا احساس کریں اور کام کو وقت پر کرنا سیکھیں۔

◆ 14 سال کی عمر تک کے بچوں کو موبائل، ٹیبلٹ، وڈیو گیمز اور ٹی وی سے دور رکھیں یہ ان کی جسمانی اور ذہنی نشوونما پر بُرے اثرات مرتب کرتے ہیں۔

◆ بڑے بچوں کو موبائل فون اور انٹرنیٹ کے استعمال میں اعتدال کی تعلیم دیں۔ انھیں سمجھائیں یہ ٹیکنالوجی کچھ کاموں میں ایک فائدہ مند آلہ ہے، لیکن اگر اسے غلط طریقے سے استعمال کیا جائے تو یہ بہت نقصان دہ بھی ہے۔ (حتی الامکان کوشش کریں بچے موبائل، ٹی وی، وڈیو گیمز سے دور رہیں۔ مثبت سرگرمیوں؛ اسپورٹس، مطالعہ، مختلف اسکل سیکھنے کی ترغیب دیں۔)

◆ صحیح غلط کے فرق کے ساتھ بچوں کو اپنی نگرانی میں ضرورت کے مطابق کمپیوٹر کے ضروری اسکل سکھائیں۔

◆ موبائل اور انٹرنیٹ کے استعمال کے لیے وقت کی حد مقرر کریں اور ان کی آن لائن سرگرمیوں پر نظر رکھیں۔ مستند اسلامی بیانات، تعلیمی وڈیوز اور کھیلوں کو ان کے سامنے پیش کریں، تاکہ وہ مثبت مواد دیکھیں۔

◆ گھر کے چھوٹے چھوٹے کام جیسے صفائی، کپڑے تہ کرنا یا دسترخوان لگانا، بچوں کو سکھائیں۔ یہ انھیں نہ صرف ذمہ داری کا احساس دلائے گا بلکہ ان کی خوداعتمادی بھی بڑھائے گا۔

◆ بچوں کے ساتھ مل کر خریداری کرنے جائیں اور انھیں خریداری میں شامل کریں، تاکہ انھیں عملی زندگی کے معمولات کا شعور ہو۔

◆ بچوں کو پیسوں اور دیگر اشیا کا لالچ نہ کرنے کی عادت ڈالیں۔

◆ بچوں کو چھوٹی چھوٹی چیزوں کے لیے نہ ترسائیں، تاکہ ان میں احساسِ محرومی پیدا نہ ہو اور نہ ہی ہر چیز فوراً پیش کردیں، تاکہ ضد اور چیزوں کی ناقدری کی عادت نہ ہو۔

◆ والدین خود تقویٰ اختیار کریں، کیوں کہ والدین کے نیک و بد اعمال کے اثرات بچوں پر بھی پڑتے ہیں۔

◆ بیٹوں، بیٹیوں دونوں کو عزت واحترام دیں۔ اولاد میں فرق نہ کریں۔ دونوں کو برابر عزت، محبت اور توجہ دیں۔

◆ بیٹوں کو خواتین کا احترام کرنا اور بیٹیوں کو پردہ کرنا سکھائیں۔ بیٹوں، بیٹیوں دونوں کو اپنی نگاہ نیچی رکھنے اور حیا کی تعلیم دیں۔

◆ بارہ سال کی عمر کے بچوں کو حفاظتی آلات کے ساتھ مختلف اسکل جیسے الیکٹریشن، کارپینٹنگ، فرسٹ ایڈ، مکینک، باغبانی، کوکنگ، سلائی کڑھائی اور مختلف لائف اسکل سکھائیں۔

◆ بچوں کو اچھی اور مثبت کتابوں کا عادی بنائیں، خاص طور پر مستند اسلامی، تاریخی، اور اخلاقی کہانیاں پڑھنے کی ترغیب دیں۔ اس سے ان کی سوچ کا دائرہ وسیع ہوگا اور وہ اچھے کرداروں سے متاثر ہوکر ان کی پیروی کریں گے۔

◆ ہفتہ وار مطالعے کا وقت مقرر کریں، جس میں بچے اپنے مطالعہ کردہ مواد کے متعلق آپ سے گفتگو کریں۔

◆ بچوں کو کم عمری سے ہی نماز کی اہمیت سکھائیں اور بیٹوں کو باجماعت نماز پڑھنے کی ترغیب دیں۔ مناسب وقت پر انھیں اپنے ساتھ مسجد لے جائیں اور نماز باجماعت کا ماحول فراہم کریں اور گھر میں والدہ بیٹیوں کو پیار و حکمت سے نماز کی کم عمر میں ہی عادت ڈالیں۔

◆ قرآنِ مجید کی تلاوت اور اذکار کا معمول بنائیں۔ روزانہ کچھ وقت دین کی تعلیم کے لیے مختص کریں، چاہے وہ چند آیات کی تلاوت ہو یا کوئی حدیث پاک پڑھانا۔

◆ ہر بچے میں کچھ خاص صلاحیتیں ہوتی ہیں، چاہے وہ تعلیمی ہوں یا غیر تعلیمی (مثلاً فنون، خطاطی، گارڈننگ، کوکنگ، گھڑ سواری، کھیل وغیرہ) ان کی دل چسپیوں کو پہچان کر اسلامی حدود کی روشنی میں ان کی صلاحیتوں کو پروان چڑھائیں۔

◆ اگر بچہ کسی خاص مضمون یا ہنر میں دل چسپی رکھتا ہے تو اسے اضافی وسائل یا کلاسز فراہم کریں، تاکہ وہ اپنی مہارت کو بہتر بنا سکے۔

◆ بچوں کو معاشرے میں خدمتِ خلق کے کاموں میں شامل کریں۔ انھیں صدقہ کرنے اور ضرورت مندوں کی مدد کرنے کی عادت ڈالیں۔ اس سے احساس، ہمدردی اور معاشرتی ذمہ داری کا شعور پیدا ہوگا۔

◆ بچوں کے ساتھ گفتگو میں ہمیشہ مثبت رویہ رکھیں۔

◆ بچوں کو فیصلہ سازی میں شامل کریں۔ انھیں چھوٹے چھوٹے معاملات میں خود فیصلے کرنے دیں، تاکہ ان میں خوداعتمادی پیدا ہو۔ انھیں یہ بھی سکھائیں کہ (چھوٹی) غلطیاں انسان کا حصہ ہیں اور ہر غلطی سے سیکھنا ضروری ہے۔ اس سے وہ خود پر انحصار کرنے کے قابل بنیں گے۔

◆ غلطی ہونے پر فوراً معافی مانگنا اور آئندہ نہ کرنے کا عزم کرنا سکھائیں۔

◆ بچوں کو سکھائیں کہ زندگی میں بڑے بڑے (مثبت) خواب دیکھنا اور ان کے حصول کے لیے محنت کرنا ضروری ہے۔ ان کے چھوٹے چھوٹے مقاصد مقرر کریں اور انھیں ان کے حصول کی ترغیب دیں۔

◆ مقاصد حاصل کرنے پر انھیں شاباش دیں اور کامیابی پر انعام دیں، تاکہ انھیں ان کی محنت کا صلہ ملے۔

◆ بچوں کو حوصلے کے ساتھ مشکلات اور ناکامیوں کو قبول کرنا اور آگے پہلے سے بھی زیادہ محنت کرنا سکھائیں۔

◆ بچوں کو سماجی میل جول اور آداب سکھائیں۔ انھیں سکھائیں کہ بڑے بزرگوں کے ساتھ احترام سے پیش آنا، اپنے سے چھوٹوں پر شفقت کرنا، دوسروں کا احترام کرنا کتنا اہم ہے۔ مہمان نوازی، گفتگو کے آداب اور سماجی تقاریب میں شرکت کا طریقہ سکھائیں۔

◆ والدین کے لیے سب سے اہم ہتھیار دعا ہے۔ بچوں کی کامیابی اور ان کی درست تربیت کے لیے اللہ سے دعا کرتے رہیں اور ان کی دنیا و آخرت کی بہتری کی خواہش رکھیں۔

تربیت کو بہتر بنانے کا اصل راز محبت، وقت اور مستقل مزاجی ہے۔ آپ کی کوششیں اور دعائیں ایک دن ضرور رنگ لائیں گی۔ ان شاء اللہ!!

عزّتِ نفس اور کامیاب زندگی

عذرا خالد

عزّتِ نفس وہ احساس ہے جو ہمیں بتاتا ہے کہ ہم کون ہیں اور ہماری کیا قدر ہے۔ یہ وہ قوّت ہے جو ہمیں مشکل حالات سے نمٹنے اور زندگی میں کامیابی حاصل کرنے میں مدد دیتی ہے۔ ربُّ العزّت نے انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ دیا ہے۔ انسان تمام مخلوقات میں افضل ہے، اس افضل ہونے کی سب سے بڑی اور اہم چیز عزّت ہے۔ عزّت کے معنی ہیں "کسی سے محبت کرنا، اسے پسند کرنا، اہمیت دینا" اس کا مقابل ذلت ہے۔

دینِ اسلام کی تعلیمات میں بزرگوں، والدین، اساتذہ، علما کا احترام اور عزّت کرنا شامل ہے۔ ان کے ساتھ بے عزتی یا ذلت آمیز سلوک نہ کرنے کا حکم ہے۔

انسان کو اسی طرح اپنے نفس یا ذات کی عزّت اور احترام کرنے کا حکم ہے، یعنی تکبر سے پرہیز کرتے ہوئے نرمی اور ہمدردی کا جذبہ اپنائے، اس کے ساتھ ہی یہ بھی نہیں ہونا چاہیے، جس سے نفس یعنی خود اپنی ذات کو ذلت اور بدنامی کا سامنا کرنا پڑ جائے۔ کسی مسلمان کے لیے اپنے نفس کو حقیر اور ذلیل کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی کو عزّتِ نفس کہتے ہیں۔

رب تعالیٰ قرآنِ مجید میں فرماتے ہیں: "اور ہم نے بنی آدم کو عزّت بخشی" (الاسراء:70)

عزّتِ نفس میں دو چیزوں کی بہت اہمیت ہے اور ان میں توازن قائم رکھنا بے حد ضروری ہے۔

ایک ہے تواضع، تواضع کی حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو حقیقت میں کم تر سمجھے۔ اپنے کسی کمال و خوبی پر غرور اور گھمنڈ نہ کرے اور نہ ہی شیخی بگھارتا پھرے۔ خالقِ کائنات کا انعام سمجھ کر اس کا شکر ادا کرتا ہے۔

خراب اخلاق بُرے خیالات سے نفس کو پاک رکھنا اور نفس کا تزکیہ کرنا ضروری ہے۔ بُری عادات اور خیالات میں بدترین تکبر ہے اور تکبر یہ ہے کہ کسی دنیوی یا دینی امور میں اپنے آپ کو بااختیار سمجھنا، خود کو دوسروں سے بڑا سمجھنا کہ دوسرے بہت کم تر اور حقیر ہیں، اس کو دینِ اسلام میں حرام اور معصیت کہا گیا ہے۔ اس نکتے کو اس طرح سمجھ سکتے ہیں کہ تواضع اور تکبر ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

تواضع اور تکبر کے درمیان عزّتِ نفس کی قوّت ہے۔ اس لیے تواضع کی راہ اختیار کرنے میں عزّتِ نفس کو مقدم رکھنا اہم ہے۔ کوئی بھی ایسا راستہ اختیار نہ کیا جائے، جس سے اپنی ذات کی تذلیل ہو یا ذلّت و رسوائی ظاہر ہو، مثلاً کسی ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنے کے لیے دوسرے سے کوئی چیز مانگنا جائز ہے اور مانگ لینے میں اظہارِ کم تری کا احساس ہوتا ہے، جو ظاہر میں تو، تواضع ہے، لیکن نفس کو ذلّت سے بچانے کے خیال سے اظہارِ سوال سے گریز کرنا عزّتِ نفس ہے کہ اپنے نفس کو سوال کی ذلّت سے اوپر اٹھالینا اور ہاتھ پھیلانے کی رسوائی سے محفوظ رکھنا، عزّتِ نفس کا تقاضا ہے۔ اس میں ظاہر تو کبر کی بو ہے، مگر درحقیقت کبر نہیں ہے بلکہ وصفِ محمود ہے۔ پس عزّتِ نفس کو ملحوظ رکھنا اپنے موقع پر مستحسن چیز ہے۔

احادیثِ مبارکہ میں بھی عزّتِ نفس کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔"

اس حدیثِ مبارکہ سے واضح ہے کہ ایک دوسرے کا احترام کرنا چاہیے اور کسی کو ذلیل و کم تر نہیں سمجھنا چاہیے۔

اشفاق احمد اپنی کتاب "زاویہ" میں لکھتے ہیں:

"لوگوں کو پیسے کی، روپے کی اتنی ضرورت نہیں ہوتی، جتنی احترام کی عزّتِ نفس کی اور توقیرِ ذات کی ضرورت ہوتی ہے۔"

عزّتِ نفس ایک احساس ہے۔ یہ احساس ہماری زندگی کو کام یاب بنانے کے لیے اہم ہے۔ عزّتِ نفس ہمیں بتاتا ہے کہ ہم خود کو کس قدر اہم اور قابل سمجھتے ہیں۔ یہ احساس ہمارے تعلّقات، امورِ زندگی کو متاثر کرتا ہے۔

جو لوگ زندگی میں عزّت کو اہمیت دیتے ہیں، ان کو خود پر یقین ہوتا ہے اور نئے چیلنج کا سامنا آسانی سے کر لیتے ہیں۔ معاشرے میں جو لوگ عزّتِ نفس کو سمجھتے ہیں، ان کے دوسروں کے ساتھ اچھے تعلّقات قائم ہوتے ہیں، کیوں کہ وہ خود کو دوسروں کے برابر سمجھتے ہیں۔

سماج میں جو لوگ خود اپنی عزّت کو اہمیت نہیں دیتے وہ خود پر یقین نہیں رکھتے اور نئے چیلنج سے گھبراتے ہیں۔ ایسے لوگ دوسروں سے دور رہتے ہیں اور انھیں دوست بنانا مشکل ہوتا ہے۔ ان کے منفی رویّے ان کو ذہنی دباؤ کا شکار بنا دیتے ہیں اور زندگی کے مختلف امور میں ان کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

کم عزّتِ نفس والے لوگ اکثر اُداس اور پریشان رہتے ہیں۔

عزّتِ نفس کا معاشرتی زندگی میں بہت اہم کردار ہوتا ہے۔ عزّتِ نفس والے لوگ معاشرے میں مثبت کردار ادا کرتے ہیں، جبکہ کم عزّتِ نفس والے لوگ معاشرے کے لیے بوجھ ثابت ہوتے ہیں۔ عزّتِ نفس والے لوگ دوسروں کی مدد کرتے ہیں، معاشرے میں امن و امان قائم رکھتے ہیں اور ملک کی ترقی میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔

کام یاب زندگی کے لیے ضروری ہے کہ زندگی میں جو کچھ بھی حاصل کیا ہے، اس پر فخر کرنے کے ساتھ ساتھ ربُّ العزّت کا شکر ادا کریں۔

ایک بہترین اور کام یاب زندگی کے لیے یہ اہم ہے کہ دوسروں کی مدد کریں، اس سے خود کی اور دوسرے کی عزّتِ نفس میں اضافہ ہوگا۔

عزّتِ نفس ایک بہت اہم احساس ہے جو ہمارے تمام تعلّقات، کام اور زندگی کے دیگر امور کو متاثر کرتا ہے۔ دوسروں کی عزّت کے ساتھ اپنی عزّت بھی کرنا بہت ضروری ہے، کیوں کہ یہ ہمیں خوش اور کام یاب زندگی گزارنے میں مدد کرتا ہے۔

Introducing
your new
Favorite!
Perfect
FRESHENER
ROOM FRESHENER
عود الليل
OUD AL LAYL
LA PERFUME
DRY 300 ml
Perfect
FRESHENER
ProudlyMadeInPakistan

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام

آسمان پر اٹھائے جانے اور دوبارہ نزول کی ضروری تفصیل

میمونہ عظیم

تعارف عیسیٰ (علیہ السّلام) مع عقیدۂ نزول: نزولِ عیسیٰ علیہ السّلام کا عقیدہ دینِ اسلام میں اہم حیثیت رکھتا ہے، کیوں کہ قرآنِ کریم کی واضح نصوص کے ساتھ احادیث بھی حدِّ تواتر تک پہنچ چکی ہیں، جو نزولِ عیسیٰ پر دال ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے۔ اللہ جلّ شانہٗ نے انھیں بغیر باپ کے اپنی قدرتِ کاملہ کے ساتھ (محض کلمہ کن کے ذریعے) حضرت مریم علیہاالسّلام (جو کہ اللہ کی خاص بندی اور ولیہ تھیں) کے بطنِ مبارک سے پیدا فرمایا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے نانا کا نام عمران تھا، انہی کی طرف نسبت کرتے ہوئے سورت کا نام سورۂ آلِ عمران ہے۔

حضرت مریم علیہاالسّلام کی کفالت حضرت زکریا علیہ السّلام نے کی تھی جو کہ خالو ہونے کے ساتھ مثلِ والد بھی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ یحیٰ علیہ السّلام (ابنِ زکریا علیہ السّلام) اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام ہم عصر تھے۔

مگر یہود نے حضرت زکریا اور ان کے بیٹے یحیٰ (علیہماالسّلام) کو قتل کر ڈالا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے بھی قتل کے درپے تھے، مگر اللہ جلّ شانہٗ نے انھیں محفوظ رکھا۔

چناں چہ حضرت عیسیٰ ابنِ مریم (علیہ السّلام) وہ پیغمبر ہیں، جو حیات ہیں، اللہ جلّ شانہٗ نے انھیں زندہ جاوید آسمانوں پر بواسطہ روح القدس اٹھالیا اور قربِ قیامت دوبارہ زمین پر نازل ہوں گے۔ یہ امتِ محمدیہ ﷺ کے مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے۔

معجزاتِ عیسیٰ (علیہ السلام) اور یہود کی مخالفت: حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو اللہ تعالیٰ نے کئی نعمتوں اور معجزات سے نوازا تھا، جو ان کی نبوت کی واضح علامات تھیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا وجود اور ان کی پیدائش بھی معجزہ تھی، پھر آپ علیہ السّلام کا "کلام فی المہد" یعنی گہوارے (گود) میں کلام کرنا اور والدہ کی برات کا اعلان کرنا افضل البشر ہونے کی علامت ہے، جو کہ رسالتِ عیسیٰ کے مفہوم کو متضمن ہے اور اس کے علاوہ بھی دیگر معجزات عطا کیے گئے تھے، جن میں سے مشہور معجزات مندرجہ ذیل ہیں: مردوں کو بحکمِ خداوندی زندہ کرنا، کوڑھ و برص والوں کو بری کرنا، مادر زاد نابینوں کو بینا کرنا اور لاعلاج مریضوں کو مسیح ید کے ساتھ (باذنِ خداوندی) شفایاب کرنا۔

اور اس کے علاوہ اللہ نے انھیں نئی شریعت اور آسمانی کتاب انجیل بھی عطا فرمائی تھی، جس میں احکامِ تورات کی عکاسی کی گئی تھی۔ تقاضا تو یہ تھا کہ یہود ان احکام کا مشاہدہ کرکے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو اللہ کا نبی تسلیم کرتے اور وعدہ کے مطابق اللہ کے نبی کا دینی معاملے میں تعاون کرتے، مگر یہود نے اپنے عناد وہٹ دھرمی، حسد و عداوت کے تحت حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اور ان کی والدہ مریم (علیہاالسّلام) کو نہ صرف جھٹلایا بلکہ بہت ستایا اور تہمت لگا کر طرح طرح کی تکالیف دیں، حتّی کہ جب بنی اسرائیل (یہود) کو ان کے بغض، عناد و عداوت اور رزیل اعتقادات نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے قتل پر برانگیختہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو وعدے کی تکمیل کرتے ہوئے آسمانوں پر زندہ اٹھالیا۔

جیسا کہ اللہ جلّ شانہٗ نے سورۃ النساء کی آیت نمبر 157 میں فرمایا: "اور یہود نے عیسیٰ علیہ السّلام کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی جانب اٹھالیا۔"

آیت رفعِ عیسیٰ علیہ السّلام کو ثابت کررہی ہے، مگر معاملہ یوں ہی اختتام پذیر نہیں ہوتا، وہ دوبارہ قیامت کی بڑی علامت کے طور پر نازل ہوں گے۔

اس کی تائید سورۂ زُخرف کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے:

وَ إِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا

"اور عیسیٰ علیہ السّلام (انّہٗ کی ضمیر کا مرجع عیسیٰ علیہ السّلام ہیں) قیامت کی ایک نشانی ہیں، پس تم قیامت کے آنے میں شک مت کیا کرو۔"

مذکورہ آیت سے معلوم ہوا کہ آپ علیہ السّلام قربِ قیامت نازل ہوں گے اور مقصدِ نزولِ دجّال اور اس کے ساتھ تمام فتنوں کا خاتمہ کرنا ہوگا، تب انصاف کا بول بالا ہوگا اور ہر جانب امن وامان ہوگا۔

چناں چہ اس لیے نزولِ عیسیٰ کا مطلب یہ ہے کہ مسیح عیسیٰ موعود زندہ ہیں اور وہ قتل نہ ہونے یا وفات نہ پائے جانے کے باعث قربِ قیامت نازل ہوں گے اور دجال کا خاتمہ کرکے پوری دنیا میں امن وامان کی علامت ثابت ہوں گے۔

چناں چہ سورۃ النساء کی آیات 156 تا 159 اس بات کی تصدیق کرتی ہیں کہ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو نہ قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا، بلکہ اللہ جلّ شانہٗ نے انھیں اپنی طرف اٹھالیا۔

اسی طرح صحاح ستّہ کی مقبول کتب صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود روایات شاہد ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام شام کے علاقے (دِمشق) میں اس دوران نازل ہوں گے، جب مسلمان ایک بڑی جنگ کی تیاری کررہے ہوں گے۔

امتِ مسلمہ کے لیے اس عقیدے سے آشنائی ضروری ہے، ورنہ ممکن ہے کہ وہ یہود و نصاریٰ کی طرح افراط و تفریط کا شکار ہوجائیں۔

جیسا کہ یہود کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السّلام) کو انھوں نے قتل کرکے سولی پر چڑھادیا۔ حالاں کہ قرآنی جملہ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ اس بات کی تردید کرتا ہے۔

آیتِ مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السّلام کو نہ یہود قتل کرپائے اور نہ وہ (سازشوں کے باوجود) سولی پر چڑھا پائے، لیکن انہی کے بندے کو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی شکل مبارک میں تبدیل کیا گیا تھا، یہی وجہ ہے وہ اپنے بندے کو ہی قتل کربیٹھے، بعدازاں اس کا جسم دیکھ کر خود بھی شکوک و شبہات میں پڑگئے کیوں کہ چہرہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا اور جسم ان کے اپنے فرد کا! یوں یہ امر تاقیامت ان کے لیے مشتبہ ہوگیا۔

جبکہ نصاریٰ غلط عقائد کے علاوہ اگرچہ نزولِ عیسیٰ علیہ السّلام کے عقیدے میں مسلمانوں کے برابر ہیں، لیکن وہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے (یہود کی طرح) قتل ہوجانے کے قائل ہیں اور نصاریٰ نے اس قدر افراط سے کام لیا کہ عیسیٰ علیہ السّلام کی بغیر والد کے پیدائش کو الوہیت وخدائیت کی دلیل بناکر خدا یا

صفحہ نمبر 16 پر

انار

حکیم شمیم احمد

انار کو عربی میں رُمان اور انگریزی میں pomegranate کہتے ہیں۔

میٹھا انار گرم تر ہوتا ہے، اس کا شربت کھانسی ختم کرتا ہے۔ غذا کے بعد اس کا کھانا معدے کی خرابی سے روکتا ہے۔ سب سے عمدہ انار بیدانہ ہے، جس کی گٹھلی نرم ہوتی ہے۔ ترش انار سرد وخشک ہوتا ہے۔ صفرا کو ختم کرتا ہے۔ اس کا شربت بھی تیار کیا جاتا ہے، جو قے کو روکتا ہے اور معدے کو تقویت بخشتا ہے اور کھٹا میٹھا انار کے علاوہ انار کی تمام اقسام مسکن خفقان ہیں۔

ابو نعیم رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے انار کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”کوئی انار ایسا نہیں، جس میں جنّت کے انار کا کوئی دانہ موجود نہ ہو۔“ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں ”ہر انار کی جنّت کے پانی سے قلم لگائی گی ہے“ اور ایک روایت میں یوں ہے ”جو شخص بھی انار کھاتا ہے، اس کا دل اس کی طرف لوٹتا ہے اور شیطان اس سے بھاگتا ہے۔“ ایک روایت میں ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جو شخص انار کھاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے دل کو منوّر کر دیتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو جب بھی انار کے دانے ملتے تو فوراً اسے لے کر تناول فرما لیتے۔ کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا: ”مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ روئے زمین پر کوئی انار ایسا نہیں جو جنّت کے دانے سے قلم نہ لگایا گیا ہو، اس لیے ہو سکتا ہے کہ وہ انار یہی ہو۔“

انار کی تین قسمیں زیادہ مشہور اور زیادہ پسند کی جاتی ہیں: ۱۔ انار میٹھا ۲۔ انار کھٹا ۳۔ انار ترش۔ انار میٹھا عربی میں رمان حلو، فارسی میں انار شیریں، انگریزی میں pomegranate sweet، اس کے دانوں کا پانی شیریں ہوتا ہے۔ سب سے عمدہ انار بیدانہ ہے، جس کی گٹھلی نرم ہوتی ہے۔ مزاج سرد وتر بدرجہ اوّل! بعض اطبّا کے نزدیک معتدل ہے۔ افعال واستعمال مقوی قلب و جگر اور صالح خون پیدا کرتا ہے۔ کثرت استعمال سے نفخ پیدا ہوتا ہے۔ پیشاب آور ہے۔ گرم مزاج والوں کے لیے انتہائی مفید ہے۔ پیاس کو تسکین دیتا ہے اور اعضائے رئیسہ کو تقویت دیتا ہے۔ اس کا عرق مع پوست اسہال، سیلانِ خون، بواسیر اور قے الدّم کو مفید ہے۔ اس کی جڑ یا چھال کا جوشاندہ پلانا قاتل کدو دانہ ہے۔ اس کے پلانے کے بعد روغن بید انجیر (کیسٹر آئل) بقدرِ مناسب پلانے سے کیڑے خارج ہو جاتے ہیں۔

موجودہ تحقیق سے یہ بات بھی ثابت ہوئی ہے کہ انار میں جراثیم کش خصوصیات بھی پائی جاتی ہیں۔

میٹھا انار: ٹی بی کے مریضوں کے لیے بہترین غذا اور دوا ہے۔ اس کے دانوں کا رس پکا کر گاڑھا کر کے آنکھوں میں لگانا مقوی بصارت ہے۔

انار کھٹا: عربی میں رمان حامض، فارسی میں انار ترش اور انگریزی میں pomegranate sour کہتے ہیں۔ اس کے پھول، کلیاں، پتے قابض وحابس الدّم ہیں۔ اس کی کلیوں کا سفوف بنا کر بقدر دو تین رتی بخار اور کھانسی میں مفید ہے۔ مزاج سرد وخشک درجہ دوم ہے۔ مقدارِ خوراک آبِ انار دو تولہ سے پانچ تولہ تک انار دانہ چھ ماشہ تک استعمال کر سکتے ہیں۔

افعال واستعمال: قابض مقوی قلب و جگر مسکنِ صفرا و خون ہے۔ سینے کی سوزش کو مٹاتا ہے۔ معدہ اور جگر کی گرمی کو تسکین دیتا ہے۔ قاطع صفرا ہونے کی وجہ سے متلی اور قے کو روکتا ہے۔ پیشاب کھل کر لاتا ہے۔ انار ترش میں انار شیریں کی بنسبت قوّتِ ادراک زیادہ ہے۔ اس کے چھلکوں کو جوش دے کر پینا پیٹ کے کیڑوں کو خارج کرتا ہے۔ پھولوں کو باریک پیس کر بطور منجن استعمال کرنے سے دانتوں، مسوڑھوں کو مضبوط کرتا ہے اور دانتوں سے خون آنے کو روکتا ہے۔ بخار کی وجہ سے قے اور دست آتے ہوں، ان کو بند کرتا ہے۔ اس کے علاوہ یرقان میں مفید ہے۔

انار میٹھا: عربی میں زمانِ مر، فارسی میں انار میخوش، مشہور قسم قندھاری انار ہے۔ اندرونی اور بیرونی طور پر سُرخ اور خوش ذائقہ ہوتا ہے۔ مزاج سرد وتر درجہ اوّل

مقدار خوراک: دو تولہ سے پانچ تولہ تک

افعال واستعمال: تمام خواص میں انار شیریں سے زیادہ قوی الاثر ہے۔ اس کا رس مع اندرونی پوست نچوڑ کر اس میں قدر شکر ملا کر پلائیں تو صفراوی قے ودَست، خارش اور یرقان کے لیے بے حد مفید ہے۔ ہچکی کو بند کرتا ہے اور معدے کو طاقت دیتا ہے۔ اس کا رس نچوڑ کر شربتِ رب تیار کیا جاتا ہے۔

انار دانہ: کھٹے کچے اناروں کے دانوں کو خشک کر لیا جاتا ہے۔ اس کا مزاج سرد وخشک درجہ دوئم ہے۔

افعال استعمال: انار دانہ قابض ہے، معدے کو قوت دیتا ہے، کھانے کو ہضم کرتا ہے، بھوک بڑھاتا ہے، انار دانے کو پانی کے ساتھ رگڑ کر شیرا نکال کر اسہال و پیچش میں استعمال کیا جاتا ہے۔ جناب حکیم ال علی مرحوم انار دانے میں خشک دھنیا اور سونٹھ کو شامل کر کے مریضوں کو یہ سفوف استعمال کراتے تھے، جو پیٹ کی چربی کو گھلانے میں مفید ہے۔

انار کا چھلکا (نسپال): عربی میں قشر الرّمان، فارسی میں پوست انار اور ہندی میں نسپال کہتے ہیں۔ انار کا رسیلہ پھل انتہائی خوش ذائقہ ہوتا ہے۔ یہ جنّت کا پھل ہے، اس کی افادیت اپنی جگہ مسلم ہے، لیکن اس کے چھلکوں میں بھی طبّی فوائد بھر پور ہیں، جنہیں گھروں میں انار کھا کر کوڑے دان کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ آپ اس کے چھلکے خشک کر کے محفوظ کر لیں۔ یہ کئی امراض کا شافی علاج ہیں۔

مختلف نسخہ جات

ھوالشافی: چھلکا انار خشک کر کے پیس لیں۔ چٹکی بھر سفوف ایک چمچ عرقِ سونف میں ملا کر ایسے بچوں کو دیں، جنہیں اسہال کا عارضہ لاحق ہو اور مختلف ادویات دینے کے باوجود دست بند نہ ہو رہے ہوں۔ یہ سفوف چند گھنٹوں میں دستوں کو روک دیتا ہے۔

دوائے مسان

بچوں کے سوکھے پَن میں اور آنکھوں کی دق کے لیے انار کے چھلکے مفید و موثر ہیں۔

ھوالشافی: چھلکا انار 50 گرام عرقِ گلاب ایک لیٹر دونوں کو ملا کر اُبالیں، جب عرق کا چوتھائی حصہ خشک ہو جائے، یعنی 750 ملی لیٹر بچ جائے تو چولہے سے اتار کر نتھار لیں اور عرق محفوظ کر لیں۔ ایک ایک چمچہ صبح، دوپہر، شام پلائیں۔

غرغرہ حلق

ھوالشافی: چھلکا انار 12 گرام پانی ایک گلاس، ملا کر اُبال لیں۔ صبح وشام اس پانی کے غرارے

کرائیں۔ گلے کے مختلف التہابی امراض کا خاتمہ کرتا ہے۔

دوائی سیلانِ رحم

ھوالشافی: چھلکا انار 50 گرام پھٹکڑی سفید بریاں 20 گرام

دونوں کو باریک پیس کر ایک گرام سفوف ہم راہ پانی صبح و شام دیں، مرضِ لیکوریا میں مفید ہے۔

ھوالشافی: چھلکا انار 50 گرام پانی 250 ملی لیٹر روغن تل 100 ملی لیٹر

چھلکا انار پانی میں بھگو کر چولہے پر رکھ دیں، اتنا اُبالیں کہ پانی نصف رہ جائے، پھر چولہے سے اتار کر پانی نتھار لیں اور روغنِ کنجد (تل) ملا کر دوبارہ چولہے پر رکھ دیں، جب پانی جل جائے صرف تیل باقی رہ جائے تو ٹھنڈا ہونے پر ستِ پودینہ 3 گرام اس تیل میں کھرل کر لیں اور تیل کو بوتلوں میں محفوظ کر لیں۔ اس تیل کی معمولی مقدار صبح و شام عورت اپنی چھاتیوں پر مالش کرے۔ کسی بھی وجہ سے چھاتیاں نرم ہو جائیں یا لٹک جائیں اس مالش سے ان شاء اللہ فائدہ پہنچے گا۔

افعال و استعمال: مجفف اور قابض تاثیر کی وجہ سے منہ آنے میں اس کے سفوف سے کلیاں کراتے ہیں۔ مسوڑھوں کو مضبوط کرتا ہے۔ مسوڑھوں سے خون آنے میں مفید ہے۔ اس کے خیساندے سے آبدست لینا خونی بواسیری کے لیے مفید ہے۔ جلا کر چاٹنا کھانسی کو نفع دیتا ہے۔ خشک پیس کر مقعد پر چھڑکنا کانچ نکلنے کو مفید ہے۔ پوست بیخ انار کا جوشاندہ کدو دانوں کو ہلاک کرنے کے لیے دیا جاتا ہے، جس کی ترکیب یہ ہے:

ترکیب: جڑ کی تازہ چھال پانچ تولہ کو نصف سیر پانی میں جوش دیں، جب پانی نصف رہ جائے تو اس کو چھان کر محفوظ کر لیں۔ اس میں سے خلوئے معدہ پر صبح کے وقت پانچ تولہ ہر دو گھنٹے بعد پلائیں۔ آخری خوراک پلانے کے دو گھنٹے بعد روغنِ بیدانجیر (کیسٹر آئل) چھٹانک بھر کا مسہل لینے سے بارہ گھنٹے کے اندر کدو دانے خارج ہو جاتے ہیں۔

میرے ساتھی جناب ناظم الدین پروڈیوسر کراچی سینٹر کی ہمشیرہ کا رات ۹ بجے فون آیا کہ گھر میں اس وقت کوئی مرد نہیں، والدہ کو دست آ رہے ہیں، کوئی مشورہ دیں۔ اتفاق سے میں نے ان سے معلوم کیا کہ والدہ کو کیا کھلایا ہے۔ اس پر انھوں نے بتایا میں ابھی انار کھلا کر فارغ ہوئی ہوں۔ میں نے کہا کہیں انار کے چھلکوں کو ضائع تو نہیں کیا، انھوں نے کہا وہ موجود ہیں۔ میں نے مشورہ دیا کہ انار کے چھلکوں کو اُبال کر ٹھنڈا کر کے تھوڑا تھوڑا پانی پلائیں اور ایک گھنٹے بعد مجھے فون پر والدہ کی کیفیت سے مطلع کریں۔ غرض ایک گھنٹے بعد فون آ گیا کہ الحمد للہ! والدہ کے دست بند ہو گئے ہیں۔

بقیہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

خدا کا بیٹا ٹھہرالیا۔ یہی وجہ ہے یہ دونوں فریق (یہود و نصاریٰ) اپنے عقائد میں افراط و تفریط کا شکار ہو کر، غلط گمانات و تخمینات اور غلط تاویلات کی بنیاد پر راہِ راست سے ہٹ گئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حلیہ مبارک: روایات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حلیہ مبارک بھی بتادیا گیا ہے کہ وہ درمیانے قد، خوب صورت، سُرخ و سفید رنگت والے ہوں گے۔

اسی طرح آسمان سے نزول کے وقت اپنے دونوں ہاتھ فرشتے کے پَروں پر ہوں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا مقام: حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے نزول سے مسلمان معظم فتنہ دجّال سے محفوظ ہو جائیں گے، چناں چہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام دجال کو ارضِ فلسطین میں مقام لد پر قتل کریں گے۔

نزولِ عیسیٰ (علیہ السّلام) مسلمانوں کے لیے بشارت اور غیر مسلموں کی ہلاکت کا باعث بنے گا۔ نصرانی علامت صلیب توڑ دی جائے گی، ظلم کا خاتمہ ہوگا اور پورے عالم میں امن و امان کی فضا قائم ہو جائے گی۔ مختلف روایات سے ثابت ہے کہ تب مال و دولت کی اس قدر فراوانی ہو گی کہ کوئی زکوٰۃ اور صدقہ کا مستحق یا قبول کرنے والا نہیں ملے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا (بعد از نزول) عرصہ قیام: روئے زمین پر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے قیام کا عرصہ روایات کے اختلاف کی وجہ سے مختلف اقوال پر مبنی ہے۔

چناں چہ بعض روایات 40 سال اور کچھ 45 پر دلالت کرتی ہیں۔

جیسا کہ ابوداؤد کی کتاب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت اس بات کی تصریح کرتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام (بعد از نزول) دنیا میں چالیس سال رہیں گے۔

کچھ احادیث میں اربعین سنة کی تصریح ہے، جو چالیس سال کے لیے متعین ہے۔ اور کچھ روایات میں سات سال اور بعض میں پینتالیس سال کی مدّت بھی نقل کر دی گئی ہے۔

بہر حال عرصہَ قیام میں اختلافِ روایات کوئی معنی خیز نہیں، اصل تو عقیدے کی تصحیح ہے، یہی وجہ ہے کہ علما کا اختلاف رفع و نزول میں نہیں، ان کے عرصہَ قیام کو (اختلافِ روایات کے پیشِ نظر) اپنے اجتہادات اور مختلف و معتبر تاویلات کے ساتھ منحصر کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ یہ بات مسلّم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اسی عرصے میں شادی بھی کریں گے اور اللہ انھیں اولاد سے بھی نوازیں گے۔ اس کے بعد آپ علیہ السّلام کی وفات ہو گی اور روضۂ رسول ﷺ میں جسمِ اقدس دفنا دیا جائے گا۔

یہ وہ مقام و شرف ہے، جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام بقیہ بنی اسرائیل کی طرف مبعوث بلکہ کل انبیا اِلَّا نَبِيِّنَا مُحَمَّدٌ عَلَيْهِ السَّلَام سے فوقیت و سبقت لے گئے۔

بعد از نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیثیت: حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا نزول جدید نبی کی حیثیت سے نہیں ہوگا، کیوں کہ نبوت خاتم النبیین ﷺ پر ختم ہو چکی، ورنہ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ اور بقیہ آیات (جو ختمِ نبوت کی دلیل ہیں) کی نفی ہو جائے گی۔ (العیاذ باللہ)

آپ علیہ السّلام تو سابقہ نبوت پر قائم ہونے کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا امتی ہونے کا شرف حاصل کریں گے جو درحقیقت ان کی قبولیتِ دعا کا مظہر اور تتمہ ہو گا۔

چناں چہ بقیہ انبیا علیہم السّلام نے (اپنے عالی مرتبہ و فضیلت کے باوجود بھی) آنحضرت ﷺ کے امتی ہونے کا شرف حاصل کرنے کی تمنّائیں کی تھیں، مگر اللہ جلّ شانہٗ نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السّلام کی دعا کو قبول فرمایا۔

الحاصل حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی حیثیت سابقہ نبی ہونے کے ساتھ خلیفہ و نائب، منصف اور عادل بادشاہ جیسی ہو گی، کیوں کہ نبوت عزّت مآب حضرت محمد ﷺ پر ختم ہو چکی ہے اور تاقیامت نہ کوئی نبی مبعوث ہو گا اور نہ ماقبل والے انبیا کی نبوت کی تجدید کی جائے گی۔ باقی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السّلام کو بحیثیت امتی ان کی اس دنیا میں تشریف آوری پر امتیازانہ شرف و خصوصیت حاصل ہے۔

خوب یاد رکھیں! یہ امتِ مسلمہ کا متّفقہ عقیدہ ہے۔

ZJ NEW Zaiby Jewellers CLIFTON
A trusted name in jewellery since 1974
CREATING PIECES THAT ARE
AS STUNNING AS THEY ARE ENDURING.
VISIT OUR STORE TODAY TO WITNESS OUR BRIDAL COLLECTION.
03085888455 021 35835455, 35835488
S-11, Yousuf Grand Square, Block 8, Clifton

مسائل پوچھیں اور سیکھیں

مفتی محمد توحید

ختمِ نبوت کی تحریک کی ابتدا کب ہوئی؟

سوال: ختمِ نبوت کی تحریک کی ابتدا کب ہوئی؟ آیا رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد جب جھوٹے مدعیانِ نبوت نے دعویٰ کیا تھا یا کسی اور دور میں؟

جواب: تحریک ختم نبوت کی ابتدا آنحضرت ﷺ کے ارشاد: أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ (میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں بنایا جائے گا) سے ہوئی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مدعیانِ نبوت کے خلاف جہاد کر کے اس تحریک کو پروان چڑھایا۔

کیا ختمِ نبوت کا عقیدہ جزوِ ایمان ہے؟

سوال: کیا ختم نبوت کا عقیدہ مسلمان ہونے کی لازمی شرط اور جزوِ ایمان ہے؟

جواب: بلاشبہ ختم نبوت کا عقیدہ جزوِ ایمان اور شرطِ اسلام ہے، کیونکہ جس درجے کے تواتر اور تسلسل سے ہمیں یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نبوت کا دعویٰ کیا، توحید کی دعوت دی، قرآن کریم کو کلام اللہ کی حیثیت سے پیش فرمایا، قیامت، جزا و سزا اور جنت و دوزخ کی خبر دی، نماز، روزہ اور حج و زکوٰۃ وغیرہ کی تعلیم دی، ٹھیک اسی درجے کے تواتر سے ہمیں یہ معلوم ہے کہ آپ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ ”میں خاتم النبیین ہوں، مجھ پر نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔“ پس جس طرح آنحضرت ﷺ کی نبوت اور قرآن کریم کے مُنزل من اللہ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ) ہونے کا عقیدہ ”ضروریاتِ دین“ میں شامل ہے، اسی طرح ختمِ نبوت کا عقیدہ بھی جزوِ ایمان ہے۔ اور جس طرح آپ ﷺ کی نبوت یا قرآن کریم کے منزل من اللہ ہونے کا انکار، یا اس میں کوئی تاویل، کفر والحاد ہے، اسی طرح آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا انکار یا اس میں تاویل بھی بلاشبہ کفر والحاد ہے، کیونکہ یہ عقیدہ قرآن کریم کی نصِ قطعی، احادیثِ متواترہ اور اجماعِ مسلسل سے ثابت ہے اور اسلامی عقائد پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں، ان میں ختم نبوت کا عقیدہ درج کیا گیا ہے۔

اہلِ علم نے قرآن کریم کی قریباً سو آیات کریمہ سے عقیدہ ختم نبوت ثابت کیا ہے۔ ملاحظہ کیجئے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی کتاب ”ختم نبوت کامل“

پاکستانی آئین کے مطابق کسی کو مصلح یا مجدد ماننے کا حکم

سوال: آپ کے اور میرے علم کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدی دنیا میں تشریف لائیں گے، لیکن پاکستانی آئین کے مطابق، جو بھٹو دور میں بنا تھا، آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی مصلح، کوئی مجدد یا کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اگر کوئی شخص اس بات پر یقین رکھتا ہے تو وہ غیر مسلم ہے۔ اس لحاظ سے تو میں اور آپ بھی غیر مسلم ہوئے، کیونکہ آپ نے بعض سوالات کے جوابات میں کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدی تشریف لائیں گے۔ برائے مہربانی اس پر روشنی ڈالیں۔

جواب: جناب نے آئینِ پاکستان کی جس دفعہ کا حوالہ دیا ہے، اس کے سمجھنے میں آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے اور آپ نے اس کو نقل بھی غلط کیا ہے۔ آئین کی دفعہ 260(3) کا پورا متن یہ ہے:

”جو شخص محمد ﷺ (جو آخری نبی ہیں) کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا یا جو شخص محمد ﷺ کے بعد کسی بھی مفہوم میں یا کسی بھی قسم کا نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو شخص کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے وہ آئین یا قانون کی اغراض کے لیے مسلمان نہیں ہے۔“

آئین کی اس دفعہ میں ایک ایسے شخص کو غیر مسلم کہا گیا ہے جو آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت جاری ہونے کا قائل ہو یا آپ ﷺ کے بعد نبوت کے حصول کا مدعی ہو یا ایسے مدعیٔ نبوت کو اپنا دینی پیشوا تسلیم کرتا ہو۔

حضرت مہدی رضی اللہ عنہ نبی نہیں ہوں گے، نہ نبوت کا دعویٰ کریں گے اور نہ کوئی ان کو نبی مانتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بلاشبہ نبی ہیں، مگر ان کو نبوت آنحضرت ﷺ کے بعد نہیں ملی، بلکہ آپ ﷺ سے چھ سو سال پہلے مل چکی ہے۔ مسلمان ان کی تشریف آوری کے بعد ان کی نبوت پر ایمان نہیں لائیں گے، بلکہ مسلمانوں کا ان کی نبوت پر پہلے سے ایمان ہے۔ جس طرح حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور دیگر انبیائے کرام کی نبوت پر ایمان ہے (علیٰ نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات) اس لیے آئینِ پاکستان کی اس دفعہ کا اطلاق نہ تو حضرت مہدی رضی اللہ عنہ پر ہوتا ہے، کیونکہ وہ مدعیٔ نبوت نہیں ہوں گے، نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ہوتا ہے، کیونکہ ان کی نبوت آنحضرت ﷺ سے پہلے کی ہے نہ کہ بعد کی اور نہ ان مسلمانوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جو ان حضرات کی تشریف آوری کے قائل ہیں۔

اس دفعہ کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے بعد حاصل ہونے والی نبوت کا دعویٰ کیا اور لوگوں کو اس نئی نبوت پر ایمان لانے کی دعوت دی، نیز اس کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جنہوں نے ایسے لوگوں کو اپنا دینی مصلح اور پیشوا تسلیم کیا اور ان کی جماعت میں داخل ہوئے۔

حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کا ظہور کب ہوگا؟

سوال: حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کا ظہور کب ہوگا اور آپ کہاں پیدا ہوں گے اور کتنا عرصہ دنیا میں رہیں گے؟

جواب: حضرت مہدی علیہ الرضوان کے ظہور کا کوئی متعین وقت قرآن وحدیث میں نہیں بتایا گیا، یعنی یہ کہ ان کا ظہور کس صدی میں؟ کس سال ہوگا؟ البتہ احادیثِ طیبہ میں بتایا گیا ہے کہ ان کا ظہور قیامت کی ان بڑی علامتوں کی ابتدائی کڑی ہے جو بالکل قربِ قیامت میں ظاہر ہوں گی اور ان کے ظہور کے بعد قیامت کے آنے میں زیادہ وقفہ نہیں ہوگا۔

حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کہاں پیدا ہوں گے؟ اس سلسلے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ایک روایت منقول ہے کہ مدینہ طیبہ میں ان کی پیدائش و تربیت ہوگی اور بیت المقدس ان کی ہجرت گاہ ہوگی اور مکہ مکرمہ میں ان کی بیعت وخلافت ہوگی۔ روایت و آثار کے مطابق ان کی عمر چالیس سال ہوگی جب ان سے بیعتِ خلافت ہوگی۔ ان کی خلافت کے ساتویں سال کانا دجال نکلے گا، اس کو قتل کرنے کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔ حضرت مہدی علیہ الرضوان کے دو سال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ گزریں گے اور 49 برس کی عمر میں ان کا وصال ہوگا۔

کردار سازی سیرتِ طیبہ کی روشنی میں

عمارہ فہیم

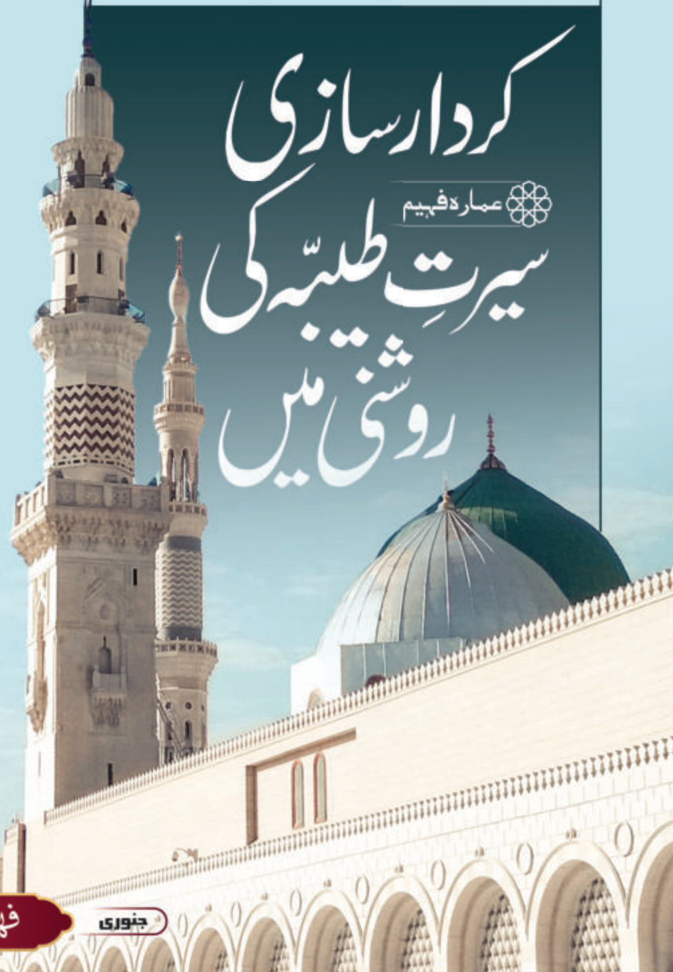

جب دنیا بنانے اور اس دنیا کو بسانے کا اللہ ربُّ العزّت نے ارادہ فرمایا تو بنی نوع انسان میں سب سے پہلے آدم علیہ السّلام کو بنایا اور نہ صرف انھیں پہلا انسان بنایا بلکہ نبوت و رسالت کا سلسلہ بھی آپ سے ہی شروع فرمایا۔ آدم علیہ السّلام کے بعد کئی انبیا دنیا میں آتے رہے اور اپنے حصے کی شمع جلاتے رہے، یہاں تک کہ عیسیٰ علیہ السّلام کی بِن باپ پیدائش ہوئی اور انھیں نبوت عطا کی گئی۔ عیسیٰ علیہ السّلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد دنیا اندھیروں میں گھر چکی تھی، ہر طرف ظلم، ستم، شرک اور طرح طرح کی برائیاں عام تھیں۔ ایک طویل مدّت کے بعد حضرت آمنہ کے آنگن میں اک نور روشن ہوا۔ پیارے نبی کریم ﷺ کی پیدائش نے کفر کے ایوانوں پر لرزا طاری کر دیا۔ آپ کی تشریف آوری سے قیصر و کسریٰ کی سالوں سے دہکتی آگ بجھ گئی۔

نبی کریم ﷺ کا دنیا میں تشریف لانا تاریخِ انسانیت کا سب سے عظیم و پر مسّرت واقعہ ہے۔ اللہ ربُّ العزّت نے آپ علیہ السّلام کو رحمت اللعالمین، خاتم النبیین بنایا۔ آپ علیہ السّلام کے دستِ مبارک سے بہت سے معجزے ظاہر فرمائے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک یہودی کے غلام تھے اور اس نے آپ کو تین سو کھجوروں کے پھل دار درخت لگانے کی شرط پر مکاتب بنایا۔ اب کھجور کا درخت پانچ سال بعد پھل دیتا ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے آپ علیہ السّلام سے سارا معاملہ عرض کیا تو آپ ﷺ نے ان کے ساتھ درخت لگوائے اور وہ درخت ایک سال میں ہی پھل دینے لگے۔

ایسے ہی کفار کے دلیل مانگنے پر چاند کے دو ٹکڑے ہوئے، کسی کا قول ہے کہ: "چاند خود اس ایک اشارے پر قربان جاتا ہے۔"

آپ ﷺ کی ذاتِ بابرکت نہ صرف انسانیت کے لیے رحمت تھی بلکہ جنّات، چرند، پرند حتیٰ کہ غیر ذوی العقول اشیا بھی آپ کی آغوشِ رحمت میں باغ و بہار ہو جاتی تھیں۔ آپ علیہ السّلام کی پوری زندگی میں تمام انسانوں کو زندگی گزارنے کے سارے گر ملتے ہیں۔ آپ علیہ السّلام کی سیرتِ طیبہ کا اگر مطالعہ کیا جائے تو آپ ایک مثالی شوہر، باپ، بیٹے، تاجر، دوست، استاد غرض کہ دنیا کے ہر رشتے میں آپ کی شخصیت نمایاں نظر آئے گی۔

"مسلمان تو مسلمان، کفار بھی آپ ﷺ کو دنیا کی خوب صورت اور مثالی شخصیت کا ایوارڈ دیتے ہیں۔"

قلم خشک ہو جائیں گے تعریفِ محمد (ﷺ) میں
گردنیں کٹ جائیں گی تحفظ محمد (ﷺ) میں

اسلام کا آفتاب نمودار ہوا تو ناموسِ انسانیت کا سوال اٹھایا گیا اور معاشرے کے سب سے پسے ہوئے طبقے یعنی عورت کو پہلی بار تحفظ نصیب ہوا، اسلام ہی ہے جو ہر ایک کو حق دلاتا ہے۔

عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم تو اللہ پاک نے قرآن میں جا بجا فرمایا ہے، یہی نہیں پوری ایک سورت، سورۃ النساء عورت کے نام پر ہی نازل فرمائی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو آپ علیہ السّلام کھڑے ہو کر بیٹی کا ماتھا چومتے اور انھیں اپنے ساتھ بٹھاتے۔

اللہ ربُّ العزّت نے قرآنِ کریم میں جا بجا فرمایا ہے کہ "عقل والے ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔" "نبی کریم ﷺ کی زندگی کے ہر پہلو میں انسانیت کے لیے بھلائیاں چھپی ہوئی ہیں۔

آپ علیہ السّلام کے اخلاق کا جائزہ لیا جائے تو ان جیسے اخلاق کہیں نہیں ملتے کہ کافر اور جانی دشمن کے ساتھ بھی نرمی و عفو در گزر کا معاملہ فرماتے، پڑوسیوں کے حقوق کا بہت زیادہ خیال رکھتے، بچوں سے بے پناہ محبت فرماتے۔

حضراتِ حسنین رضی اللہ عنہما کے بچپن کے بارے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ "آپ ﷺ نماز میں ہوتے حضراتِ حسنین آپ علیہ السلام کی پیٹھ مبارک پر چڑھ جاتے تو آپ اسی حالت میں رہتے جب تک وہ اتر نہ جاتے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجارت پورے مکے میں مشہور تھی۔ کفار آپ ﷺ کو صادق و امین کے لقب سے پکارا کرتے تھے۔

غلاموں کے لیے آپ ﷺ کا دل بہت نرم تھا اور انھیں فوراً آزاد کروا دیتے تھے۔

بدر کے اسیر ان کے لیے بھی آپ ﷺ نے سختی نہ فرمائی، بلکہ ان کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرنے کی تلقین فرمائی۔

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے عینی بھائی ابو عزیر بن عمیر بھی بدر کے قیدیوں میں تھے، وہ بیان کرتے ہیں کہ "میں انصار کے جس گھر میں تھا، ان کا حال یہ تھا کہ صبح و شام جو روٹی پکتی وہ مجھے کھلا دیتے اور خود کھجور کھاتے۔ میں شرماتا اور ہر چند اصرار کرتا کہ روٹی آپ کھائیں، لیکن نہ مانتے اور کہتے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو قیدیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا ہے۔"

محسنِ انسانیت رسولِ کریم ﷺ اپنی زندگی کے ان درخشاں پہلوؤں سے ہمیں کیا سبق دیتے ہیں؟ کبھی ہم نے ان پر غور نہیں کیا۔

اگر غور کریں تو زندگی بڑی خوب صورت اور رشتے بڑے مضبوط ہوں۔ نہ دنیا میں فساد ہو، نہ کسی کے ساتھ زیادتی و حق تلفی!

آپ علیہ السّلام تو بچوں پر شفقت کرنے اور بڑوں کا ادب و احترام کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں، یہاں نہ شفقت رہی نہ الفت، محبت، ادب و خلوص۔

آپ علیہ السّلام پڑوسیوں، رشتے داروں کے حقوق ادا کرنے، ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تعلیم فرما رہے ہیں، یہاں حقوق کو غصب کیا جا رہا ہے۔ ایک دوسروں کو تکلیف میں دیکھ کر خوشی محسوس ہونے لگی ہے۔

اللہ کے نبی ﷺ فرما رہے ہیں: اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ مسلمان وہ ہے، جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے۔

یہاں تو گالی دینے، مارنے، قتل کرنے کو بہادری اور عقل مندی سمجھا جانے لگا ہے۔

خانہ آبادی

انیسہ عائشہ

ان کی نظر میز پر پڑے چمکتے ہوئے کارڈ پر پڑی تو انھوں نے بے اختیار اسے کھولا اور پڑھنے لگیں۔ وہاں بیٹھے بیٹھے ہی وہ خیالوں میں ایسا کھوئیں کہ انھیں وقت گزرنے کا احساس ہی نہ ہوا۔ صائم سلام کرتا کمرے میں داخل ہوا تو انھیں یوں بیٹھا دیکھ ٹھٹک کر رُک گیا، جیسے ہی اس کی نظر ان کے ہاتھ میں پکڑے شادی کارڈ پر پڑی تو لمحے میں معاملہ اس کی سمجھ میں آ گیا۔

صائم پانچ بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا جو ہوا بھی بہت دعاؤں کے بعد اور بچا بھی بہت سی دعاؤں کے بعد کہ بچپن میں کوئی نہ کوئی بیماری سے اپنے گھیرے میں لیے رہتی تھی۔ ماں اور بہنوں کے لاڈ پیار میں پروان چڑھنے کے باوجود اس کی تربیت میں کوئی کمی نہ رہی تھی۔ اس کی والدہ کو صائم کے سر پر سہرا سجانے کا بہت شوق تھا اور اس شوق کی تکمیل کے لیے انھوں نے اس کی منگنی اپنی بھتیجی سے اس عمر میں کر دی، جب صائم بات پکی ہونے کے مفہوم سے بھی ناواقف تھا، مگر بھتیجی کی وفات کے ساتھ ہی اس کی منگنی بھی وفات پا گئی۔ پر صائمہ خاتون کا جوش وجذبہ ماند نہ پڑا۔ انھوں نے دوبارہ اس کی منگنی اپنے دور پار کے رشتہ داروں میں کر دی، مگر انھیں جھٹکا تب لگا جب لڑکی والوں کی طرف سے معذرت کے ساتھ سامان واپس ہو گیا۔ انھوں نے تب بھی ہمت نہ ہاری اور اس عرصے میں صائم سے بڑی پانچ بہنوں کی شادیاں وقفے وقفے سے ہوتی رہیں اور وہ اپنے اپنے گھروں کو سدھاریں۔ صائم کے رشتے کے لیے بہت سے لوگ آتے، کئی جگہ بات چلتی بھی رہی پر رشتہ طے پاتے پاتے ختم ہو جاتی۔ اس بار خدا خدا کر کے رشتے کے مراحل طے پا گئے تھے، شادی کی تاریخ بھی رکھ دی گئی تھی۔ تیاریاں عروج پر تھیں۔ صائم کی والدہ جوڑوں کے درد کے باوجود مستعدی سے تیاریوں میں مشغول تھیں۔ صائم کے والد ان کی پھرتیاں دیکھ کر کہتے: ”بیگم اتنا خوش تو تمھیں صائم کی پیدائش پر نہ دیکھا، جتنی خوش اب نظر آ رہی ہو۔“ شادی میں صرف پندرہ دن باقی رہ گئے تھے کہ لڑکی والوں کی طرف سے فون آ گیا، جسے اتفاقاً صائمہ بیگم نے ہی اٹھایا۔ ”مگر بہن ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟“ کا جملہ ادا کرتیں وہ زمین پر ڈھے گئیں۔ انھوں نے اس انکار کو اتنا دل پر لیا کہ ان کی طبیعت خراب ہو گئی۔ دو دن ہسپتال میں گزارنے کے بعد انھیں گھر لے آیا گیا۔ سب نے انھیں خوب تسلی، دلاسا دیا۔ پانچوں بیٹیاں باری باری عیادت کی غرض سے ہفتہ ہفتہ قیام کر کے گئیں تو ان کی حالت سنبھلی، مگر ان کی اُمید ٹوٹ گئی تھی۔ انھیں لگنے لگا تھا کہ وہ صائم کی شادی کبھی نہیں کر پائیں گی۔ وہ گھنٹوں بیٹھی سوچتی رہتیں کہ کیا کمی ہے ان کے بیٹے میں۔۔۔ برسرِ روزگار اکلوتا بیٹا، خوب صورت شکل کا مالک، نیک اور شریف۔ یہ آخری خوبی نیک شریف، باشرع حلیہ ہونا ہی اس کی خامی بن کر رہ گئی تھی۔ لڑکیوں کے والدین تو والدین، لڑکیوں کے خود بہت سے اعتراضات نکل آتے تھے۔ سب سے زیادہ نشانہ اس کے سنتِ رسول (ڈاڑھی) سے سجے چہرے کو بنایا جاتا کہ اس سے دہشت گردوں، طالبان، کٹر ملاؤں والی لک آتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ باقی اعتراضات بھی اس کے باشرع حلیے پر ہی تھے جو سارے کے سارے بودے بہانے تھے۔ اس کی حالت دیکھ کر اس کے دوستوں نے اسے مشورے دیا کہ وہ سیلف گرومنگ پہ توجہ دے اور کچھ اس قسم کی نادر تجاویز بھی دیں کہ ڈاڑھی منڈوا لو نہیں تو جدید طرز کے اسٹائل کی رکھو، پینٹ شرٹ پہننا شروع کر دو، جم جوائن کر لو وغیرہ وغیرہ اور ان تجاویز پر وہ محض ضبط کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔

ایک دوست جو اس کی طبیعت سے واقف تھا، اس نے ذرا نرم الفاظ میں متبادل طریقہ بتایا کہ قمیص شلوار میں جدید فیشن کے مطابق بڑی ورائٹی ہے۔ وہ اس کے ساتھ ان تمام جگہوں پر گیا اور جدید فیشن کو دیکھ کر تأسف کیے بنا نہ رہ سکا۔ اچھے خاصے زنانہ اور شوخ رنگوں کے کپڑے طرح طرح کی کڑھائیوں اور خواتین کی طرح نگینوں سے مزین اور تو اور سلائی بھی کچھ اس طرز پہ کی گئی تھی کہ چست فٹنگ والی قمیصیں، ساتھ کیپری، ٹراؤزر۔

رشتہ تو پتا نہیں ہوتا یا نہ ہوتا، مگر لوگوں کی سوچ اور ان کے الفاظ سن سن کر صائم کو بہت دکھ ہوتا کہ مسلمان ہو کر شعائرِ اسلام سے اتنی تحقیر و نفرت، سمجھ سے باہر تھی۔ یہ سال بھی یوں ہی گزر گیا۔ شکر تھا کہ صائمہ ضعیف العقیدہ خاتون نہیں تھیں، ورنہ اب تک کئی جعلی پیروں فقیروں کی مٹھی گرم کر چکی ہوتیں۔ شادیوں کا سیزن تھا۔ وہ کسی کا شادی کارڈ دیکھ لیتیں تو گھنٹوں یاسیت کا شکار رہتیں۔ سو صائم کی کوشش تھی کہ وہ موصول ہونے والے شادی کارڈز کو ہر ممکن ان کی نظروں سے دور رکھنے کی کوشش کرتا، مگر آخر کب تک! آج بھی یہی ہوا تھا، یہ شادی کارڈ ان کے ہاتھ لگ گیا جو کہ ان پر ڈپریشن کا موجب بنا۔ سر میں شدید درد کی وجہ سے وہ سر باندھے لیٹی تھیں، جب صائم کے والد نے انھیں یاد دلایا کہ آج عمر صاحب کی بیٹی کی شادی ہے، جنھوں

نے پُر اصرار انھیں مدعو کیا تھا۔

"آپ چلیں جائیں۔" وہ بولیں۔

"میں نے پہلے ہی تمھیں بتایا تھا پھر بھی۔۔۔تم بھی چلی چلو، بچی کو تحفہ اور دعائیں دے کر چلے آئیں گے۔" ایک طرف اصرار بڑھتا جا رہا تھا تو دوسری طرف انکار۔

آج وہ بھی جلال میں آ گئے۔ "کیسی ناشکری اور حاسد عورت ہو، دوسروں کی خوشیوں میں شریک نہیں ہوتی تو خود کو کیسے خوشی ملے گی۔" اس الزام پہ وہ تڑپ ہی تو اٹھی تھیں۔ بلند ہوتی آوازوں کو سن کر صائم کمرے سے نکل آیا۔ اس سے پہلے کہ معاملہ طول پکڑتا، اس نے گھبرا کر کہا: "ابا جان تحمل! میں آپ کے ساتھ چلے چلتا ہوں، امی جان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" تو وہ نیم رضامند اس کے ساتھ ہو لیے۔ ویسے وہ شادی کی تقریبات میں کم ہی شریک ہوتا تھا، مگر آج ابا جان کے ساتھ چلا آیا تھا۔ ابا جان کو اپنے چند ایک کولیگ مل گئے تو وہ ان کے ساتھ جا بیٹھے۔ عمر اکیلا بیٹھا ہال میں موجود اشخاص کا جائزہ لینے لگا۔

اسے نہ جانے کیوں بارات میں آنے والے مہمان اچھے نہیں لگے تھے۔ ابھی وہ ان کی عادات اور حلیوں کا مشاہدہ کرنے میں مصروف تھا کہ اسی اثنا میں اسے عمر صاحب اور دولہے کے والد بات کرتے دکھائی دیے۔ دولہے کے والد کے انداز میں غصہ اور سختی تھی، جبکہ عمر صاحب کے انداز میں عاجزی اور لجاجت جھلک رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد معاملہ دبی دبی آواز سے ہوتا بلند آوازوں کا روپ دھار گیا تھا۔ اب وہ شخص با آواز بلند بھرے مجمعے میں عمر صاحب کو بے عزت کر رہا تھا۔ "اے حاجی میاں! گز بھر کی داڑھی رکھی ہوئی ہے اور جھوٹ بولتے شرم نہیں آتی، جب کہا تھا کہ کار دیں گے تو کیوں مکر رہے ہو؟"

"دیکھیں، میری بات سنیں! میں اپنی بات سے مکر نہیں رہا، میں کار دوں گا۔۔۔"

"پھر کدھر ہے کار! مجھے تو کوئی نظر نہیں آ رہی سفید داڑھی کے ساتھ سفید جھوٹ۔۔۔"

وہ اور بھی نہ جانے کیا مغلظات بک رہا تھا۔ صائم سے شعائرِ اسلامی کی یہ بے توقیری برداشت نہ ہو سکی۔ وہ سارے خاموش کھڑے تماشائیوں کو چیرتا اس کے سر پہ پہنچا اور اپنی کار کی چابی لہرا کر ان کے سامنے کی۔

"کار چاہیے نہ، یہ لیں پکڑیں چابی! لے جائیں، مگر کچھ حیا کریں، کتنی بدتمیزی سے بات کر رہے ہیں۔"

"او جاؤ جاؤ، کام کرو۔ تم کون ہوتے ہو درمیان میں آ کر بولنے والے۔" اتنے میں دولہا آ کھڑا ہوا۔

"چلیں ابا! ہمیں نہیں چاہیے بھیک میں ملی یہ گاڑی۔ بہت ہو گئی ہماری بے عزتی۔" اسے شاید یہ غرور و تکبر تھا کہ اپنی عزت کی خاطر عمر صاحب ہاتھ جوڑیں گے، معافیاں مانگیں گے، وہ یہ کر بھی گزرتے جو صائم آڑے آ کر انھیں روک نہ لیتا۔ یوں دیکھتے ہی دیکھتے بارات واپس ہو لی۔ عمر صاحب کے کندھے یک دم ہی ڈھلک گئے سر جھک گیا۔ آہستہ آہستہ باقی مہمان بھی رخصت ہو گئے۔ چند خیر خواہ قسم کے لوگ ان کے گرد بیٹھ کر انھیں تسلی دینے لگے، مگر یہ طفل تسلیاں ہی تھیں کہ اچانک صائم صاحب کے والد عمر صاحب کو ایک طرف لے گئے اور ان سے کچھ کہا جسے سنتے ہی ان کے چہرے پہ یک دم بے یقینی بھرا خوش گوار تاثر ابھرا، پھر انھوں نے صائم کو بلایا۔ "بیٹا! میں نے فیصلہ کیا ہے کہ آپ کو عمر صاحب کی فرزندگی میں دے دوں۔ کیا تمھیں اس پر کوئی اعتراض ہے۔" اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔ اگلے چند لمحوں میں وہی نکاح خواں نکاح پڑھا رہا تھا اور عمر صاحب اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہو رہے تھے کہ اس نے ان کے گمان سے بھی اعلیٰ اور بہتر سے بھی بہترین عطا فرمایا تھا۔

وہ جو اپنے ہیڈ (صائم کے والد) کا ہمیشہ سے احترام کرتے آئے تھے، سوچ بھی نہ سکتے تھے کہ ان سے نسبت یوں جڑے گی۔ وہ اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کرتے کم تھا۔

* * *

صائمہ بیگم نے دروازہ کھولا تو ان کے ساتھ چادر میں لپٹے وجود کو دیکھ کر اُلجھن زدہ رہ گئیں۔ صائم نے بابا کا اشارہ پاتے جا کر کمرے کا جائزہ لیا اور چیزیں درست کیں۔ اس دوران انھوں نے صائمہ بیگم کو مختصر احوال بتایا۔ صائمہ بیگم پر تو شادی مرگ کی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ وہ فوراً سے اسے احترام سے لیے کمرے کی جانب بڑھیں اور کمرے میں پہنچ کر اس کا گھونگھٹ اٹھا کر اس کی پیشانی پہ بوسہ دیا۔

ماشاءاللہ! انھوں نے پیار بھری نظروں سے اپنی بہو کو دیکھا۔ اس کی کمر کے پیچھے تکیہ لگا کر بیٹھ جانے کی تاکید کی، اس سے کھانے پینے کے متعلق پوچھا اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد لوازمات کی ٹرے لیے اس کے سامنے موجود تھیں۔ اس شرم کے خیال سے اسے کھانے کی تلقین کرتی خود موبائل کی طرف بڑھیں۔ صائم اور ان کے ابا کے منع کرنے کے باوجود انھوں نے رات کے اسی پہر اپنی ساری بیٹیوں کو فون ملایا اور خوش خبری سنا دی۔ وہ پانچوں بھی یہ سن کر خوشی سے پھولے نہ سمائیں اور اشتیاق کی ماری اگلی صبح صبح ہی آ موجود ہوئیں اور دیکھنے والوں نے دیکھا کہ ولیمہ اسلامی طریقے کے مطابق کیا ہی احسن انداز میں کیا گیا۔

* * *

دو سال بعد۔۔۔

"ماشاءاللہ ماشاءاللہ! ارے میری گڑیا دھیان سے، گر نہ جانا!" بسمہ اپنی بیٹا اور پوتی پہ نثار ہوتی ساس ماں کے پیار بھرے منظر کو دیکھ کر مسکراتی کمرے میں چلی آئی۔ سامنے لگے کیلنڈر پہ نشان زدہ تاریخ نے اس کی سوچوں کے مدار کو کھینچ کر اس رات میں لے جا پہنچایا۔ اس رات جب وہ اپنی قسمت پہ ماتم کناں اور آنے والے وقت سے خوف زدہ اس گھر میں آئی تو یہی سوچ ہلکورے لے رہی تھی کہ ایک ٹھکرائی ہوئی دلہن کی اس گھر میں کیا حیثیت ہو گی، مگر جب اپنی ساس کا ایسا اشتیاق و محبت بھرا رویہ دیکھا تو وہ حیران رہ گئی۔ رہی سہی کسر اگلے روز اس کی نندوں نے اپنی محبت کے ذریعے دور کر دی۔ وہ دن اور آج کا دن اس کے لیے اس کے سسرال میں محبت و عزت میں کبھی کمی نہیں آئی تھی۔ ساس سسر، نندیں اور اس کے شوہر نے کبھی اس کو طعنہ نہیں دیا۔ وہ اپنے اللہ تعالیٰ کی جتنی شکر گزار ہوتی اتنا ہی کم تھا۔ کبھی کبھی اسے یہ خاص عزت و محبت ایک معمّا، ایک راز، ایک پہیلی سی لگتی، مگر وہ سر جھٹک کر معمولات میں لوٹ آتی۔ اسے یوں کیلنڈر کو تکتے سوچوں میں گم دیکھ کر صائم نے گویا اس کے ذہن میں چلتی سوچوں کو پڑھ لیا تھا، سو وہ مسکرا دیا کہ اس پہیلی کو راز ہی رہنا تھا۔

حافظہ سویرا چودھری

دل پہ بیتی ہے جو دل سوز قیامت مت پوچھ!!

آج پھر صبح صبح ہی اماں ابا کا جھگڑا شروع ہو چکا تھا اور سہمی سی سدرہ کونے میں دُبکی سوچ رہی تھی: ”نہ جانے اماں نئے گھر کے بننے پر اتنی ناراض کیوں ہیں؟ حالاں کہ پکا گھر زیادہ مضبوط اور محفوظ ہوتا ہے۔“

تبھی ابا کی جھنجھلائی ہوئی آواز نے اسے متوجہ کر لیا۔ ”بھلی مانس! اس جھونپڑی سے نکلیں گے تب ہی میں سکھ کا سانس لے سکوں گا۔ مجھے بھی اطمینان ہو کہ میری بیوی اور بچی کے گرد چار دیواری کا محفوظ حصار ہے۔“

جواباً اماں عاجز آکر بولیں: ”میری بات آخر آپ کی سمجھ میں کیوں نہیں آتی؟ میں تو صرف یہی کہتی ہوں کہ آخر ہم پرائی جگہ پر مکان کیوں بنا رہے ہیں؟“

”ارے! وہ جگہ ہمارے لیے مالکوں کی بخشش ہے، پرائی کیسے ہوگئی؟ صاحب جی کے پاس اتنی زمین ہے، اگر ایک ٹکڑا مجھے بھی دے رہے ہیں تو تُو کیوں ناخوش ہے؟ آج زمین دی ہے، کل کو کاغذ بھی دے دیں گے۔“

اماں بغیر کچھ کہے چولہے کی لکڑیاں ٹھیک کرنے لگیں، ابا کو ہمیشہ ان کی کم فہمی پر افسوس ہوتا تھا۔ اب بھی انھیں غصے سے گھورتے رہنے کے بعد خراب موڈ سے باہر چلے گئے۔

سدرہ کونے سے نکل کر ڈرتی ڈرتی اماں کے پاس آ بیٹھی۔ انھوں نے روٹی اور چائے کی پیالی اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا: ”بہت شوق چڑھا ہے نا تیرے ابا کو نیا گھر بنانے کا، اسی چکر میں اپنی جان مار رہا ہے۔ پیسہ جوڑنے کے لیے دو دو وقت مزدوری کرنے لگا ہے۔ صحت گر گئی تو دوبارہ نہیں ملے گی۔“

سدرہ چپ چاپ روٹی کے نوالے چائے کے ہم راہ حلق سے اتارتی رہی۔ اس نے اماں کو کوئی جواب نہ دیا تھا، مگر دل ہی دل میں ان سے مخاطب ہوئی: ”مجھے تو خود بھی نئے گھر کا بہت شوق ہے اماں! کیوں کہ ابا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہاں جا کر مجھے اسکول میں داخل کروا دیں گے، پھر میں بھی دوسرے بچوں کی طرح کندھے پر بستہ اور گلے میں پانی کی بوتل لٹکائے اسکول آیا جایا کروں گی۔“

تسلی سے پیالی میں بچا چائے کا آخری گھونٹ بھر کر اس نے اپنے گھر کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ کچی دیواروں میں اس کے لیے کوئی اُنسیت باقی نہ رہی تھی۔ اب تو بس نئے گھر جانے کی جلدی تھی۔ اماں نے بغور اس کو دیکھا، پھر سمجھانے والے انداز میں کہنے لگیں: ”دیکھ سدرہ! تیرے ابا کو ٹی بی کا روگ لگ چکا ہے۔ تیری تو وہ ہر بات مانتے ہیں، تو کہنا ان سے کہ اپنی صحت کی فکر کیا کریں، جتنا جوڑ رہے ہیں وہ اپنی جان پر لگا لیں۔ گھر بعد میں بن جائے گا۔“

اس نے بجھے دل کے ساتھ صرف ماں کی تسلی کے لیے ہامی بھر لی تھی۔

”اور یہ بھی کہنا کہ جب تک مالک ہمیں اس جگہ کے کاغذ نہیں دے دیتے، تب تک وہ جگہ اُن کی ہی ہے۔ دیکھ! بات کہہ کر مکرنے میں وقت تو نہیں لگتا نا۔“

لیکن ابا سے یہ باتیں کرنے کی نوبت ہی نہ آئی، کیوں کہ شام میں ان کی میت گھر آ گئی تھی۔

اماں سکتے کے عالم میں اس چار پائی کو تکتی رہیں، جس پر ابا کا بے جان وجود پڑا تھا اور سدرہ رو رو کر ہلکان ہو چکی تھی۔ آس پڑوس کی کئی عورتوں نے اماں کو تسلی دلاسے دینے کی کوشش کی، مگر ان کے کانوں میں سوائے ان الفاظ کے کچھ پڑتا ہی نہ تھا کہ احسان محمد چھت کا جائزہ لینے اوپر چڑھا، نہ جانے کیسے اپنا توازن کھو کر نیچے آ گرا۔

اگلے روز ابا کی تدفین کر دی گئی۔ سکتہ ٹوٹنے کے بعد اماں نے سدرہ سے پہلی بات یہی کہی: ”پہنچ گیا ہے نا تیرا ابا نئے گھر میں، خوش ہو جا اب تو بھی۔“

وہ ان کے سینے سے لگ کر سسکنے لگی تو انھوں نے بھی اسے گلے لگا کر خوب آنسو بہائے تھے۔

◆◆◆

وقت اپنی روانی سے بہتا رہا، اماں کی عدّت محلے والوں کے تعاون سے مکمل ہوئی تو انھوں نے بھی رفتہ رفتہ ہر قسم کی مدد سے ہاتھ کھینچ لیے۔ نیا گھر جو ابا اپنی جان مار کر بنا رہے تھے، مالکوں نے احسان محمد کے آنکھیں بند ہوتے ہی اس پر قبضہ کر لیا۔

اماں نے بڑے ہاتھ پیر مارے، دور دور تک پھیلی بستیوں میں غریب طبقہ ہی آباد تھا۔ خود کام کی تلاش میں مارے مارے پھرنے والے انھیں کیا کام دیتے؟ آہستہ آہستہ بھوک اور خوف نے ان کے گھر ڈیرے ڈالنے شروع کر دیے۔ صورتِ حال کی نزاکت سے پریشان ہو کر اماں سارا سارا دن سوچ میں ڈوبی رہتیں اور سدرہ ان کو تکتی رہتی۔

آج پیٹ بھر کر کھانا کھائے کئی دن گزر چکے تھے۔ ننھی سدرہ کی معصوم سی صورت کملا کر رہ گئی تھی۔ اماں بہت دیر بے بسی سے اس کی جانب دیکھتی رہیں، پھر یک دم ہی وہ فیصلہ کن انداز میں اسے ساتھ لے کر گھر سے نکل کھڑی ہوئیں، کتنی دیر چلے اور کتنے موڑ مڑے سدرہ کو کچھ یاد نہ رہا۔ وہ تو بس اماں کے پیچھے پیچھے چلتی ایک سفید دروازے تک پہنچ گئی تھی۔

اس نے بڑے غور سے اماں کو دیکھا جو کتنی دیر سے بند دروازے کو تک رہی تھیں، پھر گہرا سانس لے کر انھوں نے کچھ کہنا چاہا، مگر لب پھڑپھڑا کر رہ گئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ان کی آنکھوں میں پانی بھر آیا۔ اماں کی یہ کیفیت اس کی سمجھ سے باہر تھی۔ انھوں نے اس کی طرف ایک بار بھی نہ دیکھا تھا، پھر ان کے باہم جڑے لب کھلے اور آنکھوں سے آنسو نکل کر چادر میں جذب ہو گئے۔ سدرہ ہنوز پلکیں جھپکاتے ہوئے ان کی کیفیت سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

اماں نے دھیرے سے سفید دروازے کی کنڈی بجا دی۔ اس کا دل زور سے دھڑکا، آگہی کے احساس کے تحت ہاتھ پیر ٹھنڈے پڑنے لگے۔ وہ اماں کو روک دینا چاہتی تھی، مگر منہ سے کوئی لفظ نکل ہی نہ سکا اور اس لمحے اس کے دل پر قیامت بیت گئی، جب اس کی سماعتوں نے اندر سے پوچھے گئے ”کون ہے؟“ کے جواب میں اماں کی صدا سنی تھی:

”باجی! دے دے اللہ کے نام پر۔۔۔“

بیت السلام لیبارٹری اینڈ ڈائیگناسٹک سینٹر

BAITUSSALAM

مستحقین زکوۃ کیلئے مفت ٹیسٹ کی سہولت

خدمت، عزت اور احترام کے ساتھ

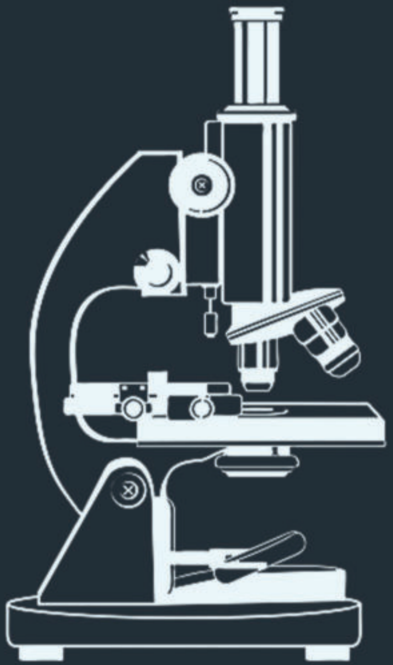

اپنی نوعیت کی منفرد اور معیاری لیبارٹری

- او پی ڈی
- ایکسرے
- الٹراساؤنڈ

اور تمام اقسام کے تشخیصی ٹیسٹ دستیاب ہیں

- ہیماٹولوجی
- کیمیکل پیتھالوجی
- مائکروبایولوجی
- مالیکیولر پیتھالوجی/پی سی آر
- امیونولوجی اور سیرولوجی

مناسب قیمتوں میں

برائے رابطہ

+92 21 35392634

+92 334 2982988

lab@baitussalam.org

شوروم نمبر 01، گراؤنڈ فلور، رائل ٹاورز مین کورنگی روڈ، نزد قیوم آباد چورنگی PSO پمپ سے متصل کراچی۔

بلا عنوان

مہوش اسد شیخ

دروازے پر دستک ہوئی، عذرا بیگم نے بیٹے کو آواز دی، اس نے سنی ان سنی کر دی۔

"حجاب دروازے پہ دیکھو کون آیا ہے؟" چھوٹی بیٹی کو آواز دی۔

"امی! میں مہک کے ساتھ کھیل رہی ہوں، بھائی کو کہہ دیں۔" اس نے کورا جواب دے دیا۔

ان دنوں بڑی بیٹی رمشہ رہنے آئی تھی اور وہ آ جاتی تو حجاب کو مہک اور اشعر سے ہی فرصت نہیں ملتی تھی۔ بڑی اپنے دونوں بچے بہن کے سپرد کر کے نیند پوری کیا کرتی تھی۔

منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے ہوئے چار و ناچار وہ خود ہی اٹھیں۔

"نسرین! تم اس وقت۔۔۔" انھوں نے تیزی سے پھیلتے اندھیرے کو دیکھتے ہوئے حیرت سے پوچھا۔

"جی باجی! بہت مصیبت آن پڑی ہے۔" وہ روہانسی ہو گئی۔ چھوٹی سی بچی اس کی گود میں تھی۔

"آؤ اندر آؤ۔۔۔ ہوا کیا ہے؟" عذرا بیگم بھی پریشان ہو گئیں۔ نسرین ان کے پیچھے پیچھے اندر تک آ گئی۔

وہ صوفے پر بیٹھیں تو نسرین ان کے قدموں کے قریب زمین پر بیٹھ گئی۔

"باجی! میں بہت مجبور ہو کے آئی ہوں، مہربانی ہو گی مجھے مایوس نہ کرنا۔" وہ تمہید باندھتے ہوئے عذرا بیگم کی ٹانگیں دبانے لگی۔

"بتاؤ تو سہی ہوا کیا ہے؟" عذرا بیگم کو ان پہیلیوں سے کوفت ہونے لگی۔

"باجی! مجھے ڈھائی ہزار روپے چاہییں، آپ نے جو تنخواہ دی وہ اس کے باپ کی بیماری پر خرچ ہو گئی، تھوڑا بہت میں نے راشن لے لیا، مکان کا کرایہ نہیں دے سکی تھی۔ اب مالک مکان آیا کھڑا ہے، بہت گالیاں دی اس نے، قسم سے سارے محلے والوں کے سامنے بہت ذلیل کیا، میرا سامان اٹھا کر باہر پھینکنے لگا تھا، بہت مشکل دو گھنٹے کا وقت لیا ہے اس سے۔ پچھلے آٹھ سال سے اس کے کرائے دار ہیں، مگر لحاظ نہیں رکھتا وہ۔" نسرین نے میلے آنچل سے آنسو صاف کرتے ہوئے بات جاری رکھی۔

"باجی، اللہ آپ کو خوش رکھے، آباد رکھے! مجھے ڈھائی ہزار روپے دے دیں، آپ کے بچے سکھی رہیں، مجھے مایوس نہ کرنا۔ قرضے کے طور پر دے دیں تھوڑے تھوڑے کر کے لوٹا دوں گی۔" نسرین آس بھری نگاہوں سے مالکن کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"دیکھ میرے پاس ابھی اتنے پیسے نہیں ہیں اور تجھے پتا ہی ہے کہ آج کل تیرے صاحب کا بھی کام مندا جا رہا ہے۔ بیٹی بھی گھر آئی ہوئی ہے، اس کا اور اس کے بچوں کا خرچہ۔۔۔ تجھے کیا پتا ہم کیسے پورا کر رہے ہیں۔ یقین کر کمر دوہری ہو گئی ہے۔" عذرا بیگم نے اپنا رونا دھونا شروع کر دیا۔

"تو کسی اور سے کیوں نہیں مانگ لیتی۔۔۔؟" کچھ توقف کے سوال داغا گیا۔

"باجی! اب آپ کا ہی کام کرتی ہوں، دوسری باجی کا تو پچھلے مہینے کام چھوڑ دیا تھا۔ چھوٹی بچی کے ساتھ دو دو گھروں کا کام نہیں ہوتا مجھ سے، دوسرا اس کا باپ بھی بیمار رہنے لگا ہے۔ اس کے لیے بھی گھر جلدی جانا پڑتا ہے۔ اس کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں۔" نسرین کی آواز میں نمی گھلنے جا رہی تھی۔

"باجی! ادھار نہیں دینا تو اس مہینے کی تنخواہ ہی پیشگی دے دو، آپ کی مہربانی ہو گی۔ باجی! قسم لے لو، کوئی چھٹی نہیں کروں گی۔ باجی میری مجبوری سمجھو! مالک مکان نے سامان باہر نکال دیا تو اس وقت بیمار بندے اور اس چھوٹی سی جان کو لے کر کہاں جاؤں گی۔" وہ سسکیاں بھرنے لگی۔

"کیوں فضول میں بحث کر رہی ہے نسرین! تجھے بتایا تو ہے میرے پاس اس وقت کوئی پیسے نہیں ہیں۔ کہاں سے دے دوں تجھے۔ مجھے تو ابھی یہ بھی نہیں پتا کہ رات بچوں کو کیا کھلانا ہے، گھر میں کچھ ہے ہی نہیں۔ جا اپنا وقت برباد نہ کر! کسی اور گھر کا دروازہ کھٹکھٹا۔" عذرا بیگم نے اپنی ٹانگوں سے اس کے ہاتھ جھٹکے اور اٹھ کر کچن میں چلی گئیں۔ کچن سے برتنوں کی آوازیں آنے لگیں۔

نسرین کتنی ہی دیر بیٹھی روتی رہی، دل کا کچھ بوجھ ہلکا ہوا تو خاموشی سے بچی کو اٹھایا اور باہر نکل گئی۔ دروازے کے قریب پہنچ کر چادر کا پلو سر پر ٹکا کر دروازہ کھولنے کو ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ اطلاعی گھنٹی بج اٹھی۔

اس نے غائب دماغی سے پوچھے بنا ہی دروازہ کھول دیا۔ سامنے پیزا ڈلیوری بوائے ہاتھ میں دو ڈبے لیے کھڑا تھا۔

"یہ آپ کا آرڈر۔ تین ہزار کا بل ہے۔" ڈلیوری بوائے نے دروازہ کھلتے ہی مؤدبانہ کہا۔ اسی اثنا میں حجاب بھاگی آئی۔

"جی یہ لیں تین ہزار۔۔۔" اس نے پیسے تھما کر پزے وصول کر لیے۔

نسرین سب دیکھ رہی تھی، پھر سر جھکا کر باہر نکل گئی۔ عذرا بیگم کے الفاظ اس کے کانوں میں گونج رہے تھے۔ "مجھے تو یہ بھی نہیں پتا رات بچوں کو کیا کھلانا ہے۔۔۔ گھر میں کچھ ہے ہی نہیں!"

"اللہ جی! آپ نے کسی کو اتنا دے دیا کہ وہ تین ہزار کا پزا کھاتا پھرتا ہے اور کسی کے پاس عزت بچانے کے لیے بھی پیسے نہیں!" وہ عذرا بیگم سے باز پرس نہیں کر سکتی تھی، سو رب سے گلہ کرنے لگی۔ آنسو تواتر سے بہہ رہے تھے۔

انھی خیالوں میں گم وہ سڑک پر چلے جا رہی تھی کہ سامنے سے آتی کار سے ٹکرا گئی۔ بچی کو اس نے بانہوں میں بھینچ لیا، وہ محفوظ رہی، لیکن اسے خود کافی چوٹ آئی۔

کار اک ادھیڑ عمر مرد چلا رہا تھا۔ رفتار تیز تو ہر گز نہ تھی، لیکن گاڑی میں کچھ خرابی کے باعث بریک بروقت نہ لگی اور یہ ٹکراؤ ہو گیا۔ وہ فوراً کار سے نکلا اور نسرین کے قریب چلا آیا۔

"آؤ، گاڑی میں بیٹھو! میں تمھیں ہسپتال لے چلتا ہوں۔" نسرین نے اسے شاکی نگاہوں سے سر تا پا گھورتے ہوئے نفی میں سر ہلا دیا۔

"گھبراؤ نہیں! کار میں میری بیوی بھی ہے۔" وہ اس کی نگاہوں کا مفہوم سمجھ چکا تھا۔

نسرین بمشکل بچی کو سنبھالتے ہوئے اٹھی اور لنگڑاتے ہوئے گاڑی کے قریب چلی آئی۔ مرد

سردی کی ایک شام

خدیجہ نعیم

سردیوں کی ایک شام تھی۔ آسمان پر ہلکے بادل چھائے ہوئے تھے۔ سورج اپنی آخری کرنیں بکھیرتے ہوئے زمین پر الوداعی نگاہیں ڈال رہا تھا۔ ہوا میں خنکی بڑھتی جا رہی تھی اور درختوں کی خشک ٹہنیاں ہوا کے ساتھ ہلکی ہلکی سرسراہٹ پیدا کر رہی تھیں۔ پرندے اپنے گھونسلوں کی طرف لوٹ رہے تھے۔

سردی سے محفوظ رہنے کے لیے لوگ گرم کپڑے، جرابیں، جیکٹیں اور مفلر پہنے پھر رہے تھے۔ ان سب میں فقط کم سن محمد ہی ایسا تھا، جس نے صرف ایک رفو شدہ سویٹر پہن رکھا تھا۔ اس کی جرابوں میں بھی پیوند تھے اور چھوٹے چھوٹے پیر چپلوں میں ٹھٹر رہے تھے، لیکن اس سب کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے ننھا محمد اپنی چھوٹی چھوٹی سجاوٹ کی چیزیں بیچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ان چیزوں میں چڑیا کا گھر، چڑیا اور خوب صورت پھولوں کے گل دان تھے۔ یہ سب سجاوٹ کی چیزیں اس کی امی نے اس کو بنا کر دی تھیں۔ محمد کی کل سے طبیعت ٹھیک نہیں تھی، پر وہ کچھ نہ کچھ کمانا چاہتا تھا۔ آج اس کی طبیعت بہتر ہوئی تو وہ شام میں چیزیں بیچنے آگیا۔

اس کے بابا نے چھوٹی سی عمر میں اس کو جدائی کا غم دے دیا تھا۔ امی بچوں کو ٹیوشن پڑھا کر محمد اور چھوٹی بہن فاطمہ کو پالتی تھیں۔ محمد کی امی کا ان کے بہن بھائیوں نے چند سال تو ساتھ دیا، اب ان کی کمر ان تینوں کے بوجھ سے ٹوٹنے لگی تھی۔ سسرال میں بھی کوئی ایسا نہ تھا جو ان کا ساتھ دے سکتا۔

شاہراہ سے گزرنے والے لوگ محمد کی چیزوں کو شوق سے دیکھتے، مگر خریدتے نہ تھے۔ ان کو لگتا تھا کہ یہ چیزیں ان کی ضرورت کی نہیں تھیں۔ وہ پیسے بچا کر سردیوں کے زائد کپڑے اور راشن لینا چاہتے تھے۔ ان کو چیزیں محفوظ کرنی تھیں، تاکہ سردیاں اچھے سے گزر جائیں اور ان کو سردی میں باہر نکلنا نہ پڑے۔ انھوں نے ننھے محمد کو بالکل نظر انداز کر دیا تھا، جبکہ بھیک مانگنے والے بچوں پر ترس کھا کر پیسے دے جاتے تھے۔

محمد گزرتے ہوئے چائے، سوپ اور کافی کے اسٹال کو دیکھتے ہوئے گزر جاتا۔ اسے یاد تھا کبھی وہ بھی بابا کے ساتھ یہاں سے سوپ پیتا تھا۔ آگے بیکری کی دکان تھی، اس کے شیشے سے اس نے تازہ بریڈ، کیک اور پیزا دیکھے۔ ان کی خوش بو دوکان سے آرہی تھی اور اس کو بہت دل فریب لگ رہی تھی۔

اس نے اپنی چیزیں دکان کے قریب رکھیں اور بیٹھ کر چیزوں کا جائزہ لینے لگا۔ یہ منظر اسے تصوّرات کی دنیا میں لے گیا۔ اس نے آنکھیں موندے تصوّر کیا کہ اس کے بابا اور وہ بیٹھ کر اس بیکری کی دوکان سے چائے پی رہے ہیں۔ اس کو پیزا بہت پسند ہے، اس کے اصرار پر پیزا بھی پیش کیا گیا ہے۔ گرما گرم حلوے کا سردی کی شام میں لطف ہی کچھ اور ہے۔

اب وہ ان تصوّرات کی دنیا سے نکلنا ہی نہیں چاہتا تھا۔۔۔ اس کی بند آنکھیں اس کو کئی خواب دِکھا چکی تھیں۔ اس نے مزید آنکھیں میچ لیں، اس ڈر سے کہ کہیں اس کے بابا واپس نہ چلے جائیں۔ اس نے آنکھوں کو بند ہی رکھا اور نیند کی وادی میں چلا گیا۔

اچانک شور سے اس کی آنکھیں کھل گئیں اور اس نے خود کو ہسپتال کے بستر پر پایا۔ لوگوں نے محمد کو بے ہوش دیکھ کر قریبی ہسپتال منتقل کر دیا تھا۔ لوگوں کو کافی افسوس تھا کہ بے شک ہم کو ان چیزوں کی ضرورت نہیں تھی، مگر ہم ننھے محمد سے چیزیں لے کر اس کی مدد بھی کر سکتے تھے۔ اس سے اس کی خودداری کو بھی ٹھیس نہ پہنچتی اور وہ کچھ کما کے اپنی والدہ کے پاس خوشی خوشی جاتا۔ محنت سے کمانے پر بچوں کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے اور ان کو بھیک مانگ کر رسوا ہونے سے بچالینا چاہیے۔

نے اس کے لیے دروازہ کھولا وہ جھجکتے ہوئے اندر بیٹھ گئی۔

"زیادہ چوٹ تو نہیں آئی۔" گاڑی میں بیٹھتے ہی اگلی سیٹ پر بیٹھی ادھیڑ عمر عورت نے فکر مندی سے پوچھا۔

نسرین کراہ کر رہ گئی۔

وہ نسرین کو قریبی کلینک پر لے گئے۔ گھٹنوں اور کہنیوں پر خراشیں کافی آئی تھیں۔ ایکسرے کیا گیا، لیکن صد شکر! ہڈیاں سلامت تھیں۔ ڈاکٹر نے درد کش انجکشن لگائے اور زخم صاف کر کے اس کی پٹی بھی کر دی۔ اجنبی میاں بیوی نے قریبی اسٹور سے اس کے لیے ڈاکٹر کی لکھی ادویات خریدیں اور دوسری جگہ سے کچھ پھل بھی۔

اسے اس کے گھر چھوڑا اور چلتے چلتے پانچ ہزار کا نوٹ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

"آپ اسے ہماری طرف سے معذرت نامہ سمجھ لیجیے، برائے مہربانی ہمیں معاف کر دیجیے گا۔ ہماری وجہ سے آپ کو کافی تکلیف ہوئی۔" وہ آنکھیں پھاڑے نوٹ کو دیکھتی کبھی ان فرشتہ صفت انسانوں کو۔

وہ وہیں رب کے حضور سجدے میں گر پڑی۔ رو رو کر معافی مانگنے لگی کہ وہ اتنے شفیق رب کے ہوتے ہوئے انسانوں کے در پہ گڑگڑانے چلی گئی تھی۔

اس کی غلطی بھی اپنی تھی اور شکوہ رب سے کر رہی تھی کہ اس نے امیروں کو بے انتہا دے رکھا ہے اور غریبوں کو ایک ایک پیسے کے لیے ترسا رہا ہے۔

رب تو وہ ہے جو سب کچھ دے کر بھی کہتا ہے۔۔۔ ہے کوئی مانگنے والا! اور انسان نہ دے کر بھی ذلیل کرتا ہے اور اگر دے بھی دے تو پھر کبھی سر اٹھانے کے لائق نہیں چھوڑتا۔ ہم لوگ یہ سبق بھولے بیٹھے ہیں کہ ربُ العزّت دے کر بھی آزماتا ہے اور نہ لے کر بھی۔۔۔ اے اللہ! ہمیں آزمائش میں پورا اترنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین ثم آمین!

سردیوں کے مسائل اور ان کا حل

حفصہ سلطان

سردی کے مسائل:

سردیوں کا موسم جہاں اپنے حسین مناظر اور ٹھنڈی ہوا کے باعث دلوں کو سکون پہنچاتا ہے، وہیں اس موسم کی خشکی اور کم نمی جلد کے لیے مختلف مشکلات کا سبب بن سکتی ہے۔ ٹھنڈے موسم میں ہمارے جسم میں پانی کی کمی ایک عام مسئلہ بنتی ہے، جو جلد کی خشکی، خارش اور جلن جیسے مسائل کو جنم دیتی ہے، حالاں کہ یہ موسم ہمیں پانی کی ضرورت کی اہمیت کا احساس کم کر دیتا ہے، لیکن یہ وقت ہمیں اپنی جلد کی دیکھ بھال اور پانی کے استعمال کی اہمیت کو سمجھنے کا ہے۔

سردیوں میں سرد ہوا، کم بارشیں اور کم درجۂ حرارت کا اثر جسم پر واضح طور پر دکھائی دیتا ہے، خاص طور پر جلد کی صحت پر۔ ان مسائل میں سے سب سے اہم مسئلہ پانی کی کمی ہے، جو سردیوں کے دوران عام طور پر نظر آتا ہے۔

پانی کی کمی اور اس کے اثرات:

عام طور پر ہم سردیوں میں گرمیوں کے مقابلے میں کم پانی پیتے ہیں، کیوں کہ سرد موسم میں ہمیں پسینہ آنا کم ہوتا ہے اور پانی کی پیاس بھی کم محسوس ہوتی ہے۔ تاہم! یہ ہماری جلد کی صحت کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔ جسم میں پانی کی کمی جلد کی خشکی، خارش اور جلن کا سبب بن سکتی ہے۔ اس کے علاوہ، پانی کی کمی کی وجہ سے خون کی گردش سست پڑ سکتی ہے، جس کے نتیجے میں جلد کی حالت مزید خراب ہو جاتی ہے۔

جلد کی خشکی اور پھٹنے کے مسائل:

سردیوں میں جلد کی خشکی ایک عام مسئلہ ہے، جب جسم میں پانی کی کمی ہوتی ہے تو جلد کا قدرتی تیل کم ہو جاتا ہے، جس کے نتیجے میں جلد خشکی کا شکار ہو جاتی ہے۔ اس کے نتیجے میں جلد کا قدرتی توازن متاثر ہوتا ہے اور پھٹنے والی ایڑیاں، ہونٹوں کی خشکی، یا جسم کے دیگر حصوں میں خشکی اور جلن کی شکایات سامنے آتی ہیں۔ یہ سب مسائل اس بات کی نشان دہی کرتے ہیں کہ جلد کو پانی اور نمی کی ضرورت ہے۔

احتیاطی تدابیر:

اسلام میں صفائی اور جسم کی دیکھ بھال پر بہت زور دیا گیا ہے۔ سردیوں میں پانی کی کمی سے بچنے کے لیے چند احتیاطی تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں:

1۔ وضو کی اہمیت:

وضو کرنا نہ صرف روحانیت کی نظر سے اہم ہے بلکہ یہ جلد کی صفائی اور نمی کو برقرار رکھنے میں بھی مددگار ثابت ہوتا ہے۔ وضو کے دوران پانی کے استعمال سے جلد میں نمی برقرار رہتی ہے اور خشکی کم ہوتی ہے۔

2۔ پانی کا مناسب استعمال:

سردیوں میں بھی پانی کی مقدار میں کمی نہ آنے دیں۔ ہر دن کم از کم ۶-۸ گلاس پانی پینے کی کوشش کریں، تاکہ جلد کو اندر سے نمی مل سکے اور اس کی صحت برقرار رہے۔

3۔ مرطوب کریموں اور تیل کا استعمال:

نبی کریم ﷺ نے مختلف قسم کے تیلوں کا استعمال کیا، جیسے زیتون کا تیل، جو جلد کے لیے بہترین سمجھا جاتا ہے۔ سردیوں میں زیتون یا ناریل کا تیل استعمال کرنے سے جلد کو تیل ملتا ہے اور خشکی سے بچاؤ ہوتا ہے۔

4۔ غذائی احتیاط:

کھجور اور سیب جیسے موسمی پھلوں کے ساتھ ساتھ بادام، اخروٹ اور دیگر خشک میوہ جات جلد کے لیے فائدہ مند ہیں، کیوں کہ یہ مختلف وٹامن اور معدنیات سے بھرپور ہوتے ہیں جو جلد کو اندر سے تندرست رکھتے ہیں۔

5۔ چہرے اور ہاتھوں کی حفاظت:

سرد ہوا کے اثرات سے بچنے کے لیے چہرے اور ہاتھوں پر موئسچرائزر یا تیل کا استعمال کریں۔ اس کے لیے زیتون، ناریل کا تیل کافی مفید سمجھا جاتا ہے۔ ہونٹوں کی خشکی سے بچنے کے لیے گلیسرین یا شہد کا استعمال بھی مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

6۔ گرم پانی سے غسل:

سرد موسم میں جہاں ٹھنڈے پانی سے نہانا مشکل بھی ہوتا ہے اور بہت سے لوگوں کی جلد کے لیے مضر ہوتا ہے، وہیں زیادہ دیر تک اور تیز گرم پانی سے نہانا بھی جلد کی خشکی کا سبب بن سکتا ہے۔ اس لیے پانی کا درجۂ حرارت معتدل رکھیں اور جلد کو زیادہ خشک ہونے سے بچائیں، جن کی جلد زیادہ خشک رہتی ہو انھیں نہانے کے بعد تیل سے ہلکا مساج کر لینا چاہیے۔

صحت مند زندگی کے راز:

سردیوں میں پانی کی کمی اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی جلدی بیماریاں ایک اہم مسئلہ ہیں، جن سے بچاؤ کے لیے ہمیں اپنے جسم کی دیکھ بھال اور اسلامی تعلیمات پر عمل کرنا ضروری ہے۔ نبی کریم ﷺ کی سنتوں کے مطابق صفائی اور جسم کی صحت کو اوّلین ترجیح دینی چاہیے اور سردیوں میں بھی پانی کے استعمال کو جاری رکھنا چاہیے، تاکہ جلد کی خشکی اور جلن سے بچا جا سکے۔ اسلامی طریقوں جیسے وضو، تیل کا استعمال اور متوازن غذا کے ذریعے ہم نہ صرف اپنی جلد کو تندرست رکھ سکتے ہیں، بلکہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر بھی ادا کر سکتے ہیں۔ اس موسم میں اگر ہم اپنی عادات میں معمولی تبدیلیاں لائیں تو ہماری جلد محفوظ رہے گی اور ہم صحت مند زندگی گزار سکیں گے۔

ضیوفُ الرّحمٰن

عائشہ محبوب

پانچویں قسط

یوں ہی تو خلیل اللہ نہیں بنا جاتا۔ اسمٰعیل بننے کے لیے ہستی مٹانا پڑتی ہے۔ سارہ جیسے نصیب کے لیے فیصلے بھی مشکل کرنا پڑتے ہیں تو ہاجرہ کے نقشِ قدم پر صبر کی راہ میں بڑی قربانیاں دینا پڑتی ہیں، تب ہی تو جا کر کہا جاتا ہے "خلیل اللہ" ان کا گھرانا ملتِ ابراہیمی ہی دینِ حنیف ابراہیم ہمارے ہیں۔ عمرہ بالآخر تکمیل کو پہنچا، واپس ہوٹل پہنچ کر پھر انتظامیہ کی طرف سے کہا گیا کہ اب چوں کہ آپ کے پاس فقط ڈیڑھ دن ہے، سو آرام کیجیے۔ محلے کی مسجد میں نماز پڑھ لیا کریں یا پھر ہوٹل کے گراؤنڈ فلور میں ترتیب رکھی گئی ہے حج تک۔ خیر! ہم سیکھنے سکھانے دعاؤں میں مشغول ہوگئے۔ ہم عزیزیہ میں جس طرف تھے، وہاں زیادہ تر ہوٹل پاکستانی حجاج سے آباد تھے۔ سو ایک جگہ تعلیم میں بھی جانا ہوا ماشاء اللہ! اس کام میں پاکستانی کافی متحرک رہتے ہیں۔

یہیں پتا چلا کہ معروف لکھاری فوزیہ خلیل صاحبہ بھی اس سعادتِ عظیم کی ادائیگی کے لیے یہاں ہیں، بہر حال منٰی روانہ ہونے کا اذن ملا، فجر اور معمولات ادا کرنے کے بعد روانہ ہوئے۔ بس میں حج کی مشقتیں سوچتے یاد کرتے رہے۔ وہ درس جو سنے پڑھے تھے، مگر دل کو ابھی بھی یقین ہوا نہیں تھا کہ حج 1445ھ میں شامل ہوں، صبح گیارہ بجے ہم منٰی کے خیموں میں پہنچے! اب مختلف گروپ والے ایک ساتھ کولبریٹ کرتے ہیں۔ سو ہمارے گروپ کے علاوہ بھی گروپ آئے، جن میں سے کچھ لوگ غیر قانونی تھے تو کچھ ایسے جو سعودی تو نہیں تھے، مگر رہائشی یہیں کے ہیں اور اب اپنے حج پر اپنے حساب سے شامل ہوئے۔ اب خیمہ بڑا تھا اور چھوٹے چھوٹے میٹرس زمین پر ملا کر اس طرح بچھائے گئے تھے کہ نماز پڑھنے، کھانا کھانے کے لیے بھی میٹرس اٹھا کر جگہ بنائی جاتی۔ سو ذرا دیر کے لیے گنجائش سے بہت زیادہ خواتین آجاتیں، پھر کچھ کے ساتھ بچے بھی تھے، آوازیں باتیں بلند ہوئیں مگر حج کے مفہوم کو یاد کروا کرا کر کے سب خواتین پُرسکون ہوگئیں۔ اس موقع پر ہمارے گروپ کی کچھ خواتین خدمت میں بہت متحرک تھیں، اللہ انھیں جزائے خیر دے! چار بجے کے قریب پیغام آیا کہ رات ساڑھے دس بجے مکہ روانا ہونا ہے۔ عرفات کی طرف (مگر انتظامی امور کی بنا پر تاخیر ہوگئی) یہاں بھی سیکھنے سکھانے عبادت و دعا کا ماحول رہا، الحمدللہ۔۔۔! پھر مطلوبہ وقت سے بہت تاخیر سے عرفات روانہ ہوئے۔ رات ساڑھے تین بجے اپنے خیمے میں پہنچے، یہاں اے سی تھے، اس لیے منٰی کی نسبت ماحول بہت ٹھنڈا تھا۔ ہمارے خیمے نیو منٰی میں تھے، یہاں بھی زمینی میٹرس تھے ایک ساتھ ملا کر بچھائے ہوئے، مگر آنے جانے کا راستہ ایک پاؤں جتنا چھوڑا گیا تھا اور میٹرس کی ترتیب آمنے سامنے کی تھی۔ عرفہ کا دن عرفہ کا وقت عرفات کا میدان حجۃالوداع کے الفاظ جو پڑھتے سنتے آئے تھے تو یوں لگا پھر سے کانوں میں گونج رہے ہوں۔ رونا بھی آرہا تھا اور بے قراری بھی نہیں جا رہی تھی۔ تصور کرنے کی کوشش میں ہوتی کہ جب میدانِ حشر یہاں سجے گا تو میں کہاں اور کس حال میں ہوں گی؟ جواب اپنے اندر سے مل جاتا۔ اعمال کے مطابق ایمان کے مطابق۔۔۔ "ایمان گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔" یہ نبی جی ﷺ کے مقدّس الفاظ یہاں کھل کر سمجھ آئے، یہاں بھی خواتین کا آپس میں تعلق مثالی رہا، الحمدللہ! سب اپنی عبادتوں کے ساتھ دوسروں کی آسانی میں لگے رہے۔

جبلِ رحمت میں نبی جی ﷺ کے وقوف کا ذکر ہے، سو کچھ خواتین فجر کے فوراً بعد اور کچھ پھر صبح دس بجے کے بعد اپنے محارم کے ساتھ اس طرف پیدل چلی گئیں۔ ہمیں چوں کہ حج کی تعلیم میں بھی اور پھر گروپ کے بڑوں کی طرف سے منع کیا گیا تھا، سو ہم اپنے خیمے میں رہے۔ ہمارے خیموں سے باہر کھلی جگہیں تھیں، جہاں کے لیے ہمیں کہا گیا بعد از ظہر آجائیں آسمان کے نیچے وقوف کر لیجیے، دعا وغیرہ بھی مانگ لیں اور چوں کہ جون کا مہینہ تھا اور اس وقت تک تو ہمارے گروپ میں کسی کو علم بھی نہیں تھا کہ یہ سال پوری دنیا میں تاریخ کا سب سے گرم سال ہے اور جون کا مہینہ گرم ترین اور یہ حج تاریخ کا گرم ترین حج ہے۔ سو ہم کبھی چھتری تان لیتے کبھی بغیر چھتری بیٹھ جاتے۔ دعا مانگتے پھر اندر خیمے میں، پھر باہر اس طرح ظہر و عصر اپنے اپنے وقتوں پر ادائیگی کر کے پھر مستقل باہر آگئے، تب نبی جی ﷺ بہت یاد آئے۔ دعاؤں کا باد کیسے رہتا، بس سوچ سوچ کر ندامت ہوتی کہ انھوں نے ظہر سے مغرب تک کا وقت یہاں گزارا اور ہم اتنی سہولتوں میں بھی تھک گئے۔ مغرب کے وقت کے ہوتے ہی روانہ ہونا تھا، لیکن ہوتے ہوتے رات ساڑھے گیارہ بج گئے۔ مغرب، عشاء اکٹھی پڑھنی تھی سو اب یہی دعا تھی کہ مزدلفہ وقت پر پہنچیں۔ راستے میں انتہائی شدید ٹریفک جام کی بنا اکثر حضرات و خواتین پہلے ہی گروپ سے الگ پیدل جا چکے تھے یا اب بس سے اتر رہے تھے۔ کچھ کی فکر مغرب عشاء تھی، کچھ کا کہنا کہ حج کی مشقتیں کہاں نصیب ہوئیں چلنا تو پڑا نہیں۔۔۔ خیر! جو بس میں رہے، الحمدللہ ہم سب بھی پہنچ گئے۔ مغرب جماعت سے پڑھ کر عشاء جماعت سے پڑھی، پھر دوبارہ بس پر سوار کرا دیا گیا اور ریفریشمنٹ دیا گیا۔ ابھی کھا ہی رہے تھے کہ فجر کا وقت شروع ہوگیا۔ فجر کے بعد مزدلفہ سے روانہ ہوئے (کنکریاں جمع کر چکے تھے)، سب سے زیادہ جمرات کے پل پر حاجیوں کو گرتے بے ہوش ہوتے دیکھا۔ جتنا رمی کا عمل آسان کر دیا گیا اتنا راستہ طویل۔۔۔ رمی میں الگ نظارے آئے لوگ کنکریاں جوتے مارتے ہی چلے جا رہے ہیں۔ پہلا دن تھا، سو جمرہ کبریٰ ہی کی رمی تھی۔ وہاں سے فارغ ہو کر دعا مانگتے کبریائی تعریف و حمد و ثنا شکر کرتے ہوٹل پہنچے اور دس منٹ بعد قربانی ہو جانے کا فون آگیا۔ الحمدللہ رب العالمین۔۔۔ حج مکمل ہوا پہلا مرحلہ حالتِ احرام سے باہر آئے۔ عید کی نعمتِ عظمیٰ کو محسوس کیا اب سے بات کی، پھر اسی رات طوافِ زیارت کے لیے روانہ ہوئے مگر یہاں طوافِ زیارت سے فارغ ہوتے فجر ہوگئی اور فجر کے بعد کوئی بھی ٹیکسی مناسب کرایے پر منٰی جانے کے لیے تیار نہ تھی، اوّل تو منع کر دیتے کوئی مانتا بھی تو 600، 700 ریال۔۔۔ خیر! مفتی صاحب سے بات کی کہ اب آٹھ بج رہے صبح کے، اب کیا حکم ہے؟ کہا: ہوٹل چلے جائیں۔ ہوٹل آئے، پھر تین بجے دوسرے دن کی رمی کے لیے گئے۔ ہمارے ہوٹل سے جمرات کا گیٹ نمبر 2 قریب تھا سو پیدل جانا تھا۔

جاری ہے

عالمی ادارہ

بیت السلام

ویلفیئر ٹرسٹ

BAITUSSALAM

2200+

یتیم بچے زیرِ کفالت

رہائش، خوراک، تعلیم و تربیت

"کتنا گول اور یمی ہے۔" جیسے ہی رخسانہ صاحبہ نے پراٹھا چنگیر میں رکھا، وہ بے اختیار سراہ اٹھی اور رخسانہ صاحبہ کے بوڑھے چہرے پہ دوسرا پیڑا بیلتے ہوئے مسکراہٹ چھا گئی۔ رات کے بچے ہوئے سالن کے ساتھ نرم، خستہ اور سنہرا پراٹھا کھاتے ہوئے نوال کو لگ رہا تھا کہ آج وہ عرصے بعد "ناشتا" کر رہی ہے۔

"ارے! میں تو نہیں جاتی کچن میں، گھٹنوں کا درد ٹکنے ہی نہیں دیتا! خوامخواہ مشقت اٹھاؤ۔ بہت کر لیے کام! اب تو آرام کی باری ہے۔" سفینہ بیگم فون پہ اپنی ہم جولی سے گویا ہوئیں۔

"میں بھی کہاں کچھ کرتی ہوں، مہینوں بعد کچن کا چکر لگتا ہے۔ طلحہ بھی شہر سے باہر گیا ہوا ہے پڑھائی کے سلسلے میں، آج نوال رات دیر تک جاگتی رہی تھی، اسی لیے فجر کے بعد اس کی آنکھ لگ گئی، شاید امتحان ہونے والے ہیں اس کے تو میں نے جگانا مناسب نہیں سمجھا۔" رخسانہ صاحبہ وضاحت کرنے لگیں۔

بہو دن بھر کے کام کاج کے بعد جب وقت ملتا ہے، کتابوں میں مستغرق پائی جاتی ہے، کیوں کہ وہ پرائیویٹ اپنی تعلیم مکمل کر رہی ہے۔ اس لیے تیاری کے سلسلے میں اکثر اسے دیر تک جاگنا پڑتا ہے۔

"ہاں ہاں، تم ہی کرو بہو کی چاکری! ہم سے نہ ہو ویں یہ بے وقت کے چونچلے کہ لو جی مہارانی صاحبہ کی آنکھ دیر سے کھلی اور "یہ" پہنچ گئیں پوتی کے لیے روٹیاں گھڑنے۔" سفینہ بیگم نے

نرم روٹی

آمنہ عبدالباسط

کچھ یوں طنز کا تیر پھینکا کہ رخسانہ صاحبہ خاموش رہ گئیں، پھر کچھ لمحوں کے توقف کے بعد بولیں: "چلو فون رکھتی ہوں، میری دوا کا وقت ہونے والا ہے۔ نوال کھانا لے کر آتی ہی ہو گی، بچوں کو پیار دینا۔"

"ہاں بھئی! دے دوں گی وہ تو جیسے مرے جا رہے ہیں نا میرے پیار کے لیے۔" سفینہ بیگم بڑبڑائیں اور رخسانہ صاحبہ کو فقط "اللہ حافظ" کہہ کر فون کریڈل پہ پٹخ دیا۔ یہ ان کا روز کا معمول تھا، یوں ہی تلخی سے بات کرنا اور ہر سچویشن میں اپنے مخصوص انداز میں فیصلہ صادر کر دینا۔ نتیجتاً گھر والے تو دور رخسانہ بیگم بھی اب ان سے کترانے لگی تھیں، جو ان کی بچپن کی سہیلی تھیں۔

نوال ایک سلجھی ہوئی لڑکی تھی، جو بیاہ کر طلحہ کے گھر آئی تو طلحہ کے ساتھ رخسانہ صاحبہ نے بھی اسے کھلے دل سے تسلیم کیا۔ وہ ایک رکھ رکھاؤ والی، متّقی اور عبادت گزار خاتون تھیں۔ ہمیشہ نرم مزاجی اور حکمت سے بات کرتیں، جنھوں نے اپنی بہو کو بھی کچھ دنوں میں ہی باور کروا دیا کہ ان کے ساتھ ساتھ یہ بہو کا بھی گھر ہے، جہاں وہ آرام کے ساتھ رہ سکتی ہے۔ بدلے میں گھر کا ماحول انتہائی پُرسکون اور خوش گوار رہتا تھا۔ بلاشبہ نوال نے بھی خدمت گزاری میں کوئی کمی نہ چھوڑی اور جلد ہی اس نے اپنی محنت اور توجّہ سے گھر کے ماحول میں چار چاند لگا دیے۔ ان کے گھرانے کو ہر جگہ رشک کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

"دادی! دادی! آپ میری گڑیا کے لیے فراک بنا دیں گی؟؟ میری دوست کی دادو نے اس کی گڑیا کے لیے اتنا اچھا لہنگا بنا کے دیا ہے۔" ننھی اِرم اسکول سے آتے ہی نئی فرمائش کے ساتھ دادی کے کمرے میں موجود تھی، وہ ان کے گرد لاڈ سے باہیں حمائل کر کے ان کو اٹھاتے ہوئے لہنگے کے لیے راضی کرنا چاہتی تھی۔

"اے ہٹو بھئی! تم نے تو میری نیند ہی خراب کر دی۔ اتنی مشکل سے آنکھ لگی تھی، گھٹنوں میں دَم کہاں، جو بیٹھ کے فراک سیتی پھروں! بہت کر لیے کام۔ اب تو آنکھوں سے بھی نہیں دِکھتا۔ جاؤ ماں سے کہو تمھیں بنا کر دے، بیٹھی ہو گی ٹی وی کے آگے، ہم سے تو نہیں دیکھا جاتا اتنی اتنی دیر ٹی وی۔" ابھی ہی کچن میں برتنوں کا ڈھیر نپٹا کے فارغ ہوئی تہمینہ نے ساری گفتگو سنی اور سر جھٹک کر اس الزام تراشی پر آنے والے غصے کو بھی جھٹکنے کی کوشش کرنے لگی۔

"پلیز دادی بنا دیں نا! میری دوست کی دادو نے بھی تو لہنگا بنایا ہے۔ ان کے بھی جوڑوں میں درد رہتا ہے۔ پلیز! کچھ نہیں ہوتا بنا دیں نا!" اِرم نے مزید لاڈ کے لیے ان کو گال پہ پیار کرنا چاہا تو وہ بھڑک اٹھیں۔

"اے! کیا اوپر چڑھی آ رہی ہو، سمجھ نہیں آتا، گھٹنے جواب دے گئے ہیں میرے! یہاں چلنا پھرنا دو بھر ہے اور ان کو فراک سوجھ رہے ہیں۔ ہوں گی وہ کوئی اور ہی دادیاں جن کو اس طرح کے وتیرے آتے ہیں، ہم نے نہیں کیے یہ فضول کام! اور کون سیتا ہے آج کل لہنگے فراک؟ اب جی کو مت جلانا، ورنہ باپ کے آتے ہی شکایت لگا دوں گی کہ لاڈلی نے ساری دوپہر ناک میں دم کیے رکھا، جس سے میری طبیعت بگڑ گئی۔"

شکایت کا لفظ سنتے ہی اِرم نے یہاں سے غائب ہونے میں عافیت سمجھی، مبادا کہیں دادی واقعی میں بابا کو نہ بتا دیں، پھر اپنا سا منہ لے کر ڈرتی ڈرتی ماں کے پاس آ گئی، کہیں یہاں سے بھی انکار نہ مل جائے، کیوں کہ دادی سے بات منوانے کا طریقہ بھی کارگر ثابت نہیں ہوا تھا اور یہ اُسی دوست نے بتایا تھا "مجھے تو جب دادو سے کچھ کہنا ہو تو ان کو زور سے گلے لگا کر کہتی ہوں، پھر وہ جلدی سے مجھے میری پسند کی ہر چیز بنا دیتی ہیں، تم بھی ایسے ہی کرنا۔"

جبکہ یہاں یہ انداز اُلٹا گلے پڑ رہا تھا، اوپر سے شکایت کا خطرہ۔ اب مما جانے ہی اس کی

آخری اُمید تھیں۔

* * *

"مما جانی! آپ مجھے فراک بنادیں گی؟" دادی سے مایوس ہو کر ارم ماں کے پاس آئی۔ تھکن سے چور تہمینہ کچھ سخت کہنے ہی والی تھی کہ بیٹی کا اترا ہو چہرہ دیکھ کر بولی: "جی بیٹا! ابھی کھانا بنانے سے فارغ ہو جاؤں تو پھر مل کر بناتے ہیں۔" اور کاموں کے بوجھ تلے تہمینہ بھول گئی کہ اس کی بیٹی نے کس طرح اس سے فرمائش کی تھی۔

* * *

اطلاعی گھنٹی پہ تہمینہ نے دروازہ کھولا تو کونے والے صدیقی صاحب کے گھر ہونے والے بیان کا دعوت نامہ لے کر، ان کی بیگم سامنے موجود تھیں۔ رسمی سلام دعا کے بعد انھوں نے خلوص سے پروگرام میں شرکت کی دعوت دی اور مڑنے کو تیار ہو گئیں۔

"آنٹی! اندر آئیں نا چائے دَم پہ رکھی ہے۔" تہمینہ نے دعوتی لفافہ پکڑتے ہوئے رشیدہ صدیقی کو روکنا چاہا۔

"ارے نہیں بیٹا! ابھی بہو نے بنائی تھی تو پی کر ہی نکلی ہوں، تم سفینہ کے ساتھ ضرور آنا میری بچی!" رشیدہ آنٹی نے نرم لہجے میں عذر بتایا اور گھر کی جانب چل دیں۔

تہمینہ نے ان کا نرم اندازِ گفتگو سنا تو ایک دَم آنکھوں کے گوشے بھیگ گئے۔ جنھیں اس نے کمالِ سُرعت سے پونچھا اور چائے کپوں میں انڈیلنے چل دی، جہاں سفینہ بیگم چائے لیٹ ہونے پر حسبِ معمول گھر بھر کو اپنی بیماری اور بوجھ بن جانے کی تکلیف اونچا اونچا سنا کر خود کو سچ ثابت کر رہی تھیں۔

نہ جانے کیوں وہ دن بدن کڑوی ہوتی جا رہی تھیں اور ان کا درد ہر دَم نوکِ زبان پہ رہتا تھا۔

* * *

تہمینہ ایک سمجھ دار اور خاموش طبع لڑکی تھی، جو بیاہ کر سفینہ بیگم کے گھر آئی تو اسے کچھ ہی عرصے میں سفینہ بیگم کی طبیعت کا اندازہ ہو گیا، جسے وہ اپنی فطری نرم مزاجی سے برداشت کرنے لگی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کا حوصلہ اور ضبط جواب دینے لگے تھے۔ لوگوں کو یوں اپنی بہوؤں کو سراہتا ہوا دیکھتی تو ایک عجیب تِشنگی اور خالی پن محسوس کرتی، جسے سفینہ بیگم اپنے نشتروں سے بھر دینے کی بھرپور کوشش کرتیں، لیکن اب اس کی آنکھیں بھیگنے لگتی تھیں، مگر وہ خاموش ہو جاتی۔ بس کچھ دیر اور گزرتی تو اس کی زبان بھی جواب دینے والی تھی۔

* * *

صدیقی صاحب کے گھر ڈرائنگ روم میں خوب صورت پردے لگے تھے اور کارپٹ پہ چاندنیاں بچھا کر خواتین حلقہ بنائے درود پڑھتے ہوئے پوری دل جمعی سے وعظ سن رہی تھیں، جس میں قاریہ باجی کہہ رہی تھیں: "اے عزیز ساتھیو! آپ کتنی عظیم خواتین ہیں جنھوں نے دن رات محنتِ شاقہ سے اپنے بچوں کو پڑھا لکھایا اور انھیں زندگی کی دوڑ میں شامل ہونا سکھایا۔ آپ ہمارا قیمتی سرمایہ ہیں۔ آپ ہی گھر کا درخت ہیں جن سے رحمت، شفقت اور محبت کے سوتے پھوٹتے ہیں۔ آپ ہی تو گھر کا مرکز ہیں۔ کس نے کہا کہ آپ بوڑھے ہو گئے تو آپ کا کام ختم ہو گیا ہے یا آپ ہر کام سے بَری الذّمہ ہو گئے ہیں۔ ہرگز نہیں! آپ کا کام تو اب شروع ہوا ہے۔ جانتے ہیں نا جاب میں عرصہ گزر جائے تو سینیئر ورکرز میں شمار ہونے لگتا ہے اور ایک وقت آتا ہے، باس ان سینیئرز کو نسبتاً آسان، لیکن انتہائی اہم ڈیوٹی دیتا ہے۔ ان کا فرض ہوتا ہے کہ وہ نئے آنے والوں پہ نظر رکھیں۔ اپنا تجربہ اور صلاحیتیں جونیئرز میں منتقل کریں، پھر وہ کئی معاملات میں باس کے مشیرِ خاص بھی بن جاتے ہیں۔ نتیجتاً ان کو ملنے والا الاؤنس بڑھا دیا جاتا ہے، ان کی پوسٹ مزید اونچی کر دی جاتی ہے اور "وہ" اس وقت اپنے کیریئر کے عروج پہ ہوتے ہیں۔ اب بتائیے! کوئی اس درجے پہ آ کے آفس کا ماحول خراب کرے، صرف سنیارٹی بیس پہ اسٹاف سے اُلجھتا پھرے یا ہر ایک کو پکڑ پکڑ کر کہنے لگ جائے کہ "میں تو اس عمر میں بھی کام کرتا ہوں، لیکن تم لوگ میری قدر نہیں کرتے" یا "جب میں تمہاری جگہ تھا تو اتنی محنت سے آفس کو کھڑا کیا۔" اور نہ سہی تو یہ کہے کہ "میرا تو کام اب صرف حکم چلانا ہے cooprate (تعاون) کرنا نہیں" تو کون ان کی بات پہ کان دھرے گا؟ یقیناً بہت جلد ان کو ریٹائر کر کے "فارغ" کر دیا جائے گا، کیوں کہ باس کو اپنے ورکرز ہر حال میں عزیز ہیں اور ہر وقت کاموں کا چرچا سننا کسی کو بھی پسند نہیں!

تو پیاری ساتھیو! آپ بھی سینیئر ورکرز ہیں، آپ کو آپ کے رب نے ترقی دے دی ہے۔ اپنی سیٹ پہچانیں اور گھر جیسی کمپنی میں اپنی اعلیٰ خدمات پیش کریں۔ خوش اسلوبی سے اپنے بچوں اور بہوؤں کو حکمت کے ساتھ خود سے جوڑیں۔

پوتے پوتیوں کو شفقت اور محبت کے ساتھ دین سکھائیں۔ یقین کیجیے! جو دین وہ آپ سے سیکھیں گے، اس کی پختگی ان کی شخصیت میں نظر آ جائے گی۔ آپ کی نرم خوئی، آپ کا رویہ اور خوش مزاجی آپ کو نہ صرف جوان رکھے گی، بلکہ بڑھاپے کے بہت سے مسائل سے بھی دور کر دے گی، کیوں کہ نبی ﷺ سے بڑھ کے نرم مزاج، صلح جو اور خوش اخلاق دنیا میں کوئی نہیں، حتیٰ کہ وہ تریسٹھ برس کے ہو گئے، لیکن اپنی شخصیت کی مٹھاس کبھی کم نہ ہونے دی، پھر آپ ﷺ کا اپنے گھر والوں سے حسنِ اخلاق، ہر بوڑھے بچے اور جوان کے لیے عمدہ ترین مثال ہے۔ بھلا ہو گا کوئی ان جیسا عظیم اور ہمہ وقت مصروف رہنے والا!! چناں چہ نرمی اور خوش اخلاقی عطیہ خداوندی ہے، جسے سنّت کی رو سے ادا کریں گے تو سب سے زیادہ آپ کو فائدہ ہو گا۔

حدیثِ پاک کا مفہوم ہے: "جو نرمی سے محروم رہا، وہ ہر بھلائی سے محروم رہا۔" (صحیح مسلم)

* * *

"ہر بھلائی سے محروم رہا" کی بازگشت ان کے ہر طرف گونجنے لگی تو آنکھیں آنسوؤں سے لبالب بھر گئیں اور ہر موقع پہ اپنی بیماری کو وجہ بنا کر جس طرح انھوں نے سب کی دل آزاری کی تھی، سوچ کر نئے سرے سے شرمندہ ہونے لگیں۔ یہی وہ لمحہ تھا جب ان پہ محبت کا انعام کر دیا گیا تھا۔

* * *

"واہ واہ امی! کتنا مزے کا پراٹھا بنایا ہے آپ نے، آپ کے ہاتھوں میں تو جادو ہے جادو۔۔۔!!!

آج تہمینہ کچن کاؤنٹر کے ساتھ کھڑی "سفینہ بیگم" کے ہاتھ کا بنا پراٹھا دیکھ کر بے ساختہ تعریف کر رہی تھی۔ وہ بھی آج سوتی رہ گئی تھی، جس کی وجہ سے سفینہ بیگم نے مہینوں بعد کچن کو رونق بخشی تھی۔ اب وہ کھلے دل اور کھلی بانہوں سے پوتی کو خود میں سماتیں تو ان کے اندر تک ٹھنڈک اتر جاتی، کیوں کہ اس دن ان کا دل فیصلہ کر چکا تھا کہ اب انھیں کیا کرنا ہے!

نرم لفظوں کے استعمال خوش مزاجی اور ان کے امدادی رویے نے اس گھر کو بھی قابلِ رشک بنا دیا تھا، جہاں وہ اپنے بچوں کے ساتھ مل کے مسکراتیں تو درودیوار بھی مسکرانے لگتے۔ آخر وہ جان گئی تھیں احساس، خیال اور شفقت گھر کے ہر فرد کے لیے ضروری ہیں۔

گونجتی آوازیں

تیسری قسط

امۃ اللہ

پتا ہے آپا کو ایک بہت بڑے چینل سے شاعری کی پیشکش آئی تھی اور بہت سے مشاعروں میں بھی انھیں شرکت کی دعوت آتی، مگر چوں کہ ان دنوں امی کی طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے انھوں نے بغیر کچھ سوچے صاف منع کر دیا۔ یہ کس قدر مشکل لمحہ تھا اس کے لیے، میں سمجھ سکتی تھی اور آپا کہنے لگیں: میں نہیں چاہتی کہ اپنی خواہشوں کے پیچھے والدین کے حقوق میں ذرا بھی کمی کروں اور ایسا کوئی قدم اٹھاؤں جو میرے اور میرے رب کے تعلق میں ذرا بھی کمی لائے۔ پتا ہے ! حال ہی میں مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپا کا مدرسہ بند ہو گیا اور وعظ و مسائل بھی بالکل بند، سب کچھ ختم، میں نے آپا سے اس کی وجہ پوچھی تو وہ خاموش ہو کر مسکرا دیں۔

میں نے بہت معلوم کرنا چاہا، مگر مجھے انھوں نے کچھ بھی نہیں بتایا۔ بالآخر میں نے ان سے یہ کہا کہ اگر آپ نہیں بتائیں گی تو میں اگلی چھٹیوں میں ہر گز نہیں آؤں گی، اس بات پر وہ مجھے دیکھتے دیکھتے رو پڑیں، جیسے میں نے ان کے زخموں کو تازہ کر دیا ہو۔ کہنے لگیں: شاہین ! تم ہی میری خوشی ہو اور تمہارے آنے سے ہی میرے چہرے پر مسکراہٹ آتی ہے۔ کیا تم اپنی آپا کو اس طرح اکیلا چھوڑ دو گی ! میں جانتی ہوں کہ تم ایسا ہرگز نہیں کر سکتی، مگر تمہارا یہ کہنا ہی تمہاری آپا پر بہت گراں گزرتا ہے۔ میں یہ بتانا نہیں چاہتی تھی، مگر جو اللہ کی مرضی کہ اس نے مجھے مجبور کر دیا۔

میں نے سارے جہان کو دین کی دعوت دی، مگر افسوس مجھے اس بات کا ہے کہ جو گھر منبعِ تعلیمِ دین بنا رہا، اسی کے افراد دین سے دور نظر آتے۔ میں تم لوگوں کو پیار سے سمجھا ہی سکتی ہوں، زبردستی میرا کام نہیں !

امی جان نے ایک دن مجھے بلا کر کہا کہ اب اس گھر میں یہ سلسلے بند کر دو، شور ہوتا ہے۔ بچے گند پھیلاتے ہیں۔ مجھے آوازیں پسند نہیں اور طرح طرح کی عجیب باتیں سن کر کوئی معقول وجہ سمجھ نہ آئی۔ خیر ! میرے علم کا مقصد عمل کے ذریعے اپنی ذات کو سنوارنا تھا، سو میں اسی کی کوشش کرتی رہوں گی۔

میں نے آپا سے غصے میں کہا: ایک عرصے تک امی کو تنگی نہ ہوئی جو اب اچانک انھوں نے یہ فیصلہ سنا دیا۔ مجھے امی کا یہ فیصلہ بالکل اچھا نہیں لگا، غلط فیصلہ ہے، جس پر آپا نے مجھے خاموش کرا دیا اور کہنے لگیں: وہ ماں ہیں اور ماں اپنی اولاد کے بارے میں کبھی بُرا سوچ ہی نہیں سکتی۔ ضرور امی جان کے اس فیصلے میں میرے لیے بھلائی ہو گی۔ ارفع جو بڑی محبت سے یہ سب باتیں سن رہی تھی، کہنے لگی: شاہین ! معلوم نہیں تمہیں یہ باتیں اثر کر گئی یا نہیں، مگر میرا دل یہ چاہ رہا ہے کہ تمہاری آپا کے پاس جا کر دین کو جانوں اور سیکھوں، جس دین نے انھیں اتنا باہمت اور خوب صورت بنا دیا۔ مجھے آج ہی سے پردہ کرنا ہے، کل میرے ساتھ چلنا میں مارکیٹ سے اپنے لیے برقع اور پینٹ شرٹ کی بجائے شرعی لباس خریدوں گی۔ شاہین ذرا شرمندہ سی ہوئی اور سوچ میں پڑ گئی کہ کیا واقعی اس نے اپنی آپا کی قدر نہ کی ! جو اسے دن رات دین کی طرف مائل کرنے کی سعی کرتی رہیں اور اس کے سنورنے کی دعائیں کرتی رہیں۔ کچھ دیر نہ گزری تھی کہ شاہین کے دل کی بے چینی نے اسے مزید پریشان کر دیا، کیوں کہ شاید آج اس نے اپنی حیا، ہمت، وقار اور محبت سے بنی آپا کا اصل حسن پہچانا تھا جو اس کا دین تھا۔

رات گہری ہو چکی تھی۔ ارفع بھی چادر اوڑھ کر سو چکی تھی، مگر کمرے کی کھڑکی کے قریب بیٹھی شاہین کو نیند نہیں آ رہی تھی، اس لیے کیوں کہ آج شاہین نے اپنی آپا کی قربانیوں کے آئینے میں اپنی ناقدریوں کا عکس دیکھا تھا۔ شاہین آج آپا کو بہت یاد کر رہی تھی۔ آپا کی یادوں نے شاہین کو مضطرب کر دیا، جب تو شاہین نے گھڑی پر نظر ڈالی۔ رات کے ڈھائی بج رہے تھے۔ شاہین نے گھبراتے دل اور کپکپاتے ہاتھوں سے اپنی آپا کا نمبر ڈائل کرنا شروع کیا۔ رِنگ جاتے ہی فوراً کال ریسیو ہو گئی، مگر اب شاہین سوچ میں پڑ گئی کہ کیا کہے ! سلام کیا، مگر جواب نہیں آیا۔ تیسری مرتبہ سلام کرنے کے بعد لرزتی آواز سے جواب آیا "وعلیکم السلام" اور چند سسکیوں کی آواز آئی۔ شاہین بڑی پریشان ہوئی، آپا کیا ہوا؟ آپ بات کیوں نہیں کر رہی ہیں ! آپ کی طبیعت کیسی ہے آپا ۔۔۔ اور کال کٹ گئی ! آہستگی سے آپا نے کہا: شاہین ! اور اس سے آگے کچھ نہیں کہا۔

ارفع اٹھو، ارفع اٹھو ! شاہین ارفع کو اٹھانے لگی اور ساری بات بتائی، مجھے ابھی آپا سے ملنے جانا ہے، ارفع مجھے گاڑی کا بندوبست کروا کر دو۔ ارفع نے شاہین کو بہت روکا کہ صبح چلے جانا، مگر شاہین تھی کہ کسی کی سنتی نہ تھی۔ اندھیرے ہی میں ارفع نے شاہین کو ریل سے روانہ کیا۔ شاہین دل ہی دل میں پریشان ہو رہی تھی کہ نہ جانے آپا کو کیا ہوا، کال پہ کال لگائے جا رہی تھی، مگر ریسیو نہ ہوئی۔ ٹرین میں سامنے والی سیٹ پر چند لڑکے آکر بیٹھ گئے۔ شاہین جو موبائل میں مصروف تھی، اس کی نظر سامنے پڑی تو وہ ہوس بھری آنکھیں اسے گھور رہی تھیں۔ شاہین کو آپا کی باتیں پھر یاد آ گئیں اور شاہین نے اپنے پرس سے اسکارف نکال کر اسے اپنے سر پر اوڑھ لیا، مگر ان نگاہوں سے وہ اپنے چہرے کو اب بھی نہ بچا سکی۔ اللہ سے دُعا کرنے لگی کہ جلد اس کا اسٹیشن آ جائے۔ اسٹیشن آتے ہی وہ فوراً دروازے کی طرف بڑھی تو اس شخص نے شاہین کا راستہ روک لیا۔ شاہین عفت کی دہلیز پر کھڑی اللہ کی مدد اور آپا کی دُعاؤں کو یاد کرنے لگی اور غضبناک لہجے میں بولی: میرا راستہ چھوڑیں، ورنہ میں ! بس اتنا کہنا تھا کہ وہ شخص گھبرا کر پیچھے ہٹ گیا اور شاہین اپنی آپا کی دی ہوئی دُعاؤں کو سمیٹے تیزی سے اُتر گئی۔ جلدی جلدی قدم بڑھاتے ہوئے اور خوف زدہ آنکھوں سے اِدھر اُدھر دیکھتی ہوئی شاہین من ہی من میں بڑبڑانے لگی۔

کیا میں اسے آوارہ لڑکی نظر آئی ! اس نے مجھ پہ نگاہ ڈالنے کی ہمت کیسے کی؟ میں اس کی آنکھیں پھوڑ دوں گی، اس نے مجھے سمجھ کیا لیا؟ ان سب سوالوں کے جواب اسے اس کی آپا کی باتوں میں ملتے جا رہے تھے۔ میں چاہتی ہوں کہ میری پیاری پھولوں جیسی گڑیا پر کسی کی کالی نظر نہ پڑے۔ حسین چیز کو چھپا کر رکھتے ہیں، تاکہ کوئی چوری نہ کرے ! ہماری عفتیں ہماری چادروں میں پوشیدہ ہیں۔ ہماری زینتوں کی حفاظتیں اسلام کے احکام اور پردے میں چھپی ہیں۔ شریف اور باحیا لڑکیاں ہمیشہ اپنے وجود کو غیر کی نگاہ سے بچاتی اور چھپاتی ہیں۔ عورتوں کے لیے پردہ فرض کر دیا گیا ہے، تاکہ اوباش لوگوں سے اس کی حفاظت اور امتیاز ہو سکے۔ شاہین اب ہر شخص سے خوف زدہ تھی کہ اچانک اس کے حواس کو چونکا دینے والا خیال گزرا کہ آپا کہاں ہیں؟ ایسا ہو نہیں سکتا کہ آپا میرے لیے دعا کریں اور میرے ساتھ کوئی حادثہ پیش آئے ! اب شاہین چاہتی تھی کہ ٹیکسی کے پَر لگ جائیں یا وہ خود اُڑ کر اپنی آپا کے پاس پہنچ جائے۔ طرح طرح کے خیالات شاہین کے ذہن کو گھیرے ہوئے تھے کہ گھر آ گیا۔

جاری ہے

ہم آپ کے ساتھ ہیں

افشاں اقبال

"دادی! میرا گھر کہاں ہے؟"

"امی، بابا اور گڑیا کدھر ہیں، میں رات کو کیسے سوؤں گا؟ مجھے امی کا ہاتھ پکڑے بنا نیند نہیں آتی دادی! دادی آپ کچھ بولتی کیوں نہیں؟" دادی کبھی تباہ شدہ ملبے کو نم آنکھوں سے دیکھتیں تو کبھی کھلے آسمان کی طرف نگاہ کرتی اور خدا سے فریاد کرتیں "یہ آپ مجھے کہاں لے آئی ہیں دادی! یہ تو کھنڈر ہے، یہاں تو کچھ نہیں بچا سوائے موت کے!" مصطفیٰ دادی سے ایک ہی سوال بار بار کر رہا تھا اور دادی کے پاس کوئی جواب نہیں تھا، سوائے یہ کہنے کہ "صبر کرو بچے، بے شک اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔" ایک مصطفیٰ کا ہی نہیں، ایسے ہزاروں گھر رات کو فلسطین کے علاقے غزہ پر اسرائیل کی بے رحمانہ بمباری سے تباہ ہو گئے تھے۔ معصوم بچے یتیم ہو گئے تھے۔ کسی کا بھائی بچھڑ گیا تو کسی کی بہن اور کسی کا سارا خاندان صفحہ ہستی سے مٹ گیا۔ مصطفیٰ بھی اس لیے بچ گیا تھا کہ وہ اپنی دادی کے ساتھ ہسپتال میں رُکا ہوا تھا۔ دن جیسے تیسے گزر گیا۔ رات ہوئی تو مصطفیٰ کو اپنے امی، بابا اور بہن شدّت سے یاد آنے لگے۔ وہ ملبے پر بیٹھ کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔

"چپ کر جاؤ، یہ وقت رونے کا نہیں ہے دوست!" شفیق آواز سن کر مصطفیٰ کا رونا رک گیا۔

"تم کون؟"

"میں ابو بکر ہوں، چند دن پہلے کم ظرف دشمن اسرائیل نے ہمارے علاقے پر بمباری کی جس کے نتیجے میں میرے خاندان کے تمام افراد شہید ہو گئے، صرف ایک میں بچ گیا۔ میری قسمت میں جینا لکھا تھا دوست! تو مجھے دو دن کے بعد ملبے سے زندہ نکال لیا گیا۔ میرے گھر بار عزیز رشتہ دار سب مجھ سے جدا ہو گئے۔ میں بھری دنیا میں تنہا رہ گیا، لیکن میں نے آنسو نہیں بہائے۔"

"کیوں؟ کیا تمہیں تمہارے امی ابو بھائی بہن یاد نہیں آتے؟" مصطفیٰ نے ابو بکر کے پُرسکون چہرے کو دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"آتے ہیں، لیکن وہ یہاں سے اچھی جگہ پر ہیں۔ یہ بات مجھے مطمئن کرتی ہے اور پھر دوست! یہ ہماری آزمائش کا وقت ہے، خوش نصیبوں کو موقع ملتا ہے خدا کی راہ میں شہید ہونے کا اور ہم آنسو بہا کر دشمن پر ہرگز یہ ثابت نہیں کریں گے کہ ہم ٹوٹ گئے ہیں، وہ ہم پر حملہ کرے گا اور ہم اس کے ہر حملے کا پہلے سے زیادہ بہادرانہ جواب دیں گے۔ ہم اپنے لہو کی آخری بوند تک لڑیں گے، لیکن دشمن کو قبلۂ اوّل پر قبضہ نہیں کرنے دیں گے۔" ابو بکر نے جوش اور ولولے سے کہا۔

"ابو بکر! ہمارے نبی ﷺ نے تو فرمایا ہے نا کہ "مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں، اگر بدن کے ایک حصے میں تکلیف ہوتی ہے تو پورا جسم درد محسوس کرتا ہے۔" تو ہمارا درد مسلم اُمہ کیوں محسوس نہیں کرتی؟ کیوں کوئی صلاح الدین ایوبی نہیں آتا ہمیں بچانے ان کے حلق سے کھانا کیسے اتر جاتا ہے۔ جب ہم بھوک سے بلک رہے ہوتے ہیں، یہ لوگ نرم بستر پر کیسے چین کی نیند سو لیتے ہیں جب کہ ہمیں سونے سے ڈر لگتا ہے۔" ابو بکر کے پاس مصطفیٰ کے کسی سوال کا کوئی جواب نہیں تھا اور ایسے ہی سوالات اس کے بھی ذہن میں گردش کرتے تھے کہ "کیا کوئی بھی ہمارے غم میں شریک نہیں؟ لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ اس کرۂ ارض پر ایک خطہ ایسا ہے، جس کے باشندے ہی نہیں وہاں کا بچہ بچہ ان کے غم میں شریک ہے۔"

"حارث کھانا کھالو!"

"امی! مجھے بھوک نہیں لگی۔"

"حارث! تم نے صبح سے کچھ نہیں کھایا، صرف ایک گلاس دودھ پیا ہے۔"

"امی! کسی کو تو یہ بھی میسر نہیں!" یہ کہہ کر حارث اپنے کمرے میں چلا گیا۔

"پتا نہیں اس لڑکے کو کیا ہو گیا ہے؟ اس کے بابا آتے ہیں تو وہی اس سے بات کریں گے۔" رات کو بھی کھانے کے لیے حارث اپنے کمرے سے باہر نہیں آیا۔

"کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟" بابا کی آواز پر حارث اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"کیا مسئلہ ہے بیٹا! کیوں کھانا پینا چھوڑ دیا ہے؟ مجھے بتاؤ شاید میں کوئی حل بتا سکوں۔"

"بابا! مسئلہ نہیں، کھلی زیادتی ہے۔"

"میں سمجھا نہیں حارث!"

"یہ دیکھیں بابا! ایک کتے کو مغربی ملک میں بچانے کے لیے دو گھنٹے تک ریسکیو ٹیم جدو جہد کرتی رہی اور بالآخر کتے کو بچا لیا گیا۔ اب یہ دیکھیں! اسرائیل کی بمباری سے سو سے زائد بچے مر گئے، لیکن مغربی ممالک اور طاقت ور قوتوں نے اپنی زبانوں پر قفل لگا لیے، جو جانوروں کو بچانے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دیتے ہیں، لیکن اسرائیل کی بمباری سے معصوم اور بے گناہ فلسطینی شہید ہوتے ہوئے انھیں نہیں دِکھتے، کوئی ظالم کے خلاف کچھ کہنے والا نہیں۔" حارث پاکستان ہر محاذ پر کشمیریوں کے ساتھ فلسطینیوں کے حق کے لیے بھی آواز بلند کر رہا ہے اور میں تمہیں بھی یہی مشورہ دوں گا کہ جلنے کُڑھنے کی بجائے ان کی مدد کرنے کے منصوبے بناؤ۔

"وہ کیسے بابا؟"

"فلسطینیوں کو مالی امداد کی ضرورت ہے۔ کھانے پینے کی چیزوں کی وہاں شدید قلّت ہے۔ سردی سے ٹھٹھرتے بچے کمبل اور گرم کپڑوں سے محروم ہیں۔ ادویات نہ ہونے کی وجہ سے بیماریوں کا علاج نہیں ہو پا رہا، جس کی وجہ سے بھی اموات ہو رہی ہیں۔ کھانا پینا چھوڑنے کی بجائے یہ سوچو کہ تم کیسے ان کی مدد کر سکتے ہو؟" حارث کے بابا نے اس کی سوچ بدل دی۔

◆◆◆

صبح سویرے سورج نکلنے کے ساتھ ہی حارث اُٹھ کر کچن میں چلا گیا۔ جلدی جلدی ناشتا کیا اور اسکول روانہ ہو گیا۔ اس کا بدلا ہوا رویّہ دیکھ کر سب حیران تھے۔

"وہ اسکول جاتے ہی سب سے پہلے پرنسپل کے کمرے میں داخل ہوا اور انھیں اپنے منصوبے کے بارے میں آگاہ کیا، جسے پرنسپل نے خوش اسلوبی سے قبول کر لیا۔

آج اسکول اسمبلی میں فلسطین پر بات کی گئی۔ بیت المقدس کی اہمیت اُجاگر کی گئی اور سب بچوں کو بتایا گیا کہ ہمارے فلسطینی بھائیوں کو ہماری مدد کی ضرورت ہے، جس طرح کشمیری بھارت کے ظلم و بربریت کا شکار ہیں، ایسے ہی فلسطینیوں پر بھی اسرائیل ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ رہا ہے۔ ہم فلسطین جا کر ان کے قدم سے قدم ملا کر لڑ تو نہیں سکتے، لیکن ان کی مالی امداد تو کر سکتے ہیں، ان کے کھانے پینے اور دواؤں کا انتظام تو کر سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں مہم چلائی گئی اور رفتہ رفتہ یہ مہم پاکستان کے تمام نجی اور سرکاری اسکولوں میں پھیل گئی۔ ہر بچے نے اپنا حصہ ڈالا اور ایک ماہ بعد پاکستانی بچوں کی جمع کی گئی امداد کو "پاکستانی بچوں کا تحفہ اپنے بہادر فلسطینی دوستوں کے نام" سے فلسطین روانہ کر دیا گیا۔ جسے دیکھ کر ابو بکر اور مصطفیٰ کو یہ احساس ہوا کہ اس کرۂ ارض پر پاکستان واحد ملک ہے، جس کا دل ان کے دلوں کے ساتھ دھڑکتا ہے۔ ان کی آنکھوں کی نمی انھیں اُداس کرتی ہے۔ فلسطینیوں کا بے گھر ہونا پاکستانیوں کو اپنے گھر میں بے سکون کر دیتا ہے اور ان کی ہر سانس فلسطینیوں کی آزادی کے لیے دعا گو ہے اور وہ دن دور نہیں جب فلسطین میں آزادی اور امن کا سورج نمودار ہو گا۔

عالمی ادارہ بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ

سستی روٹی پراجیکٹ

لاکھوں روٹیاں مستحقین تک

5 روپیہ صرف عزت نفس کی خاطر

سپر فائن آٹا براہ راست بیت السلام ویئر ہاؤس بھی پہنچا سکتے ہیں کم سے کم 50 کلو

سیکھ

ڈاکٹر الماس روحی

آج موتی پور گاؤں کی حویلی میں بڑا شور تھا۔ بانو کو چودھری رحمت علی نے مدرسے میں داخل کروایا تھا۔ چودھری صاحب کی کوئی اور اولاد نہیں تھی۔ بڑی دعاؤں کے بعد اللہ پاک نے انھیں پھولوں جیسی بیٹی بانو عطا کی تھی۔ موتی پور گاؤں میں چودھری رحمت علی کو سب پسند کرتے تھے۔ وہ رحم دل تھے۔ لوگوں کے کام آتے تھے۔ خیر، نیکی اور بھلائی کے کاموں میں بڑھ چڑھ حصہ لیتے تھے۔

چودھری کی بانو بٹیا نورانی قاعدہ پڑھ چکی تھی۔ وہ قرآنِ پاک اور کتابیں مدرسے میں پڑھنا چاہتی تھی۔ موتی پور گاؤں میں اسکول جیسا ایک لڑکیوں کا مدرسہ تھا، جہاں قرآنِ پاک کی تعلیم کے ساتھ ساتھ لکھنا پڑھنا بھی سکھایا جاتا تھا۔ اپنی بیٹی کا شوق دیکھتے ہوئے چودھری رحمت علی نے مدرسہ بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ یہ مدرسہ حویلی سے ذرا فاصلے پر تھا۔ چودھری رحمت علی کا یکہ یعنی تانگہ گاڑی اپنی تھی، جسے ملازم فضلو نے رنگ برنگے پھولوں سے خوب سجایا تھا۔

”آج بانو بی بی کے مدرسے کا پہلا دن ہے۔ سجی سنوری گاڑی میں مدرسے جانا ان کا حق بنتا ہے، کیوں بھولے میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا!؟“ اُس نے گھوڑے سے پوچھا تو بھولے نے اپنی گردن ہلا دی۔ باورچن ہاجرہ نے طرح طرح کی ناشتے میں کھانے پینے کی چیزیں بنائی تھیں۔ بانو کے ساتھ لے جانے کے لیے دو تین چھوٹے چھوٹے ڈبے ان چیزوں سے سجائے تھے۔ اُس نے کھانے کے ڈبے میز پر رکھتے ہوئے کہا: ”یہ لے پترا! تیرے کھانے کے ڈبے خوب جم کے کھانا۔ میں نے سنا ہے جب پڑھتے ہیں تو بھوک بہت لگتی ہے۔“ اُدھر ماسی سکینہ جو بانو کی انا تھی۔ اس کے سارے چھوٹے موٹے کام کرتی تھی۔ اس نے دھنک کے تاروں سے سجا سبز رنگ کا غرارہ، سرخ مخمل کی قمیص گوٹے، چمپا کنارے سے سجا لال دوپٹہ نکالا، میری لاڈو آج اسے پہنے گی۔ حویلی کی مہارانی لگے گی۔ ناشتے کے بعد بانو تیار ہو کے آئی۔ صابراں نے اپنی بیٹی کی نظر اتاری۔ ”جگ جگ جیو! اللہ تمہیں نظر بد سے بچائے۔“ چوہدری رحمت علی نے اپنی بیٹیا کے پیار سے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا: ”خوب من لگا کر پڑھنا، مدرسے میں اول آنا۔“ بانو کا چھوٹا سا بستہ جب خیرو ملازم نے اٹھایا تو کافی بھاری تھا۔ بانو نے کتابوں کے علاوہ وقفے کے وقت کھیلنے کے واسطے کشتی بنانے کے لیے کاغذ کا دستہ، لکڑی کا گھوڑا، روئی کا بھالو، لال، ہرے، پیلے غبارے، گڑیا کے جوتے، جمپر، جرابیں اور بہت کچھ رکھا تھا۔ بستے کے علاوہ خیرو نے کھانے کے ڈبے اور پانی کی بوتل بھی لے رکھی تھی۔ تانگہ گاڑی جب مدرسے پہنچی۔ چوکیدار نے خیرو کو مدرسے کے اندر جانے سے روک دیا۔ یہ مدرسے کی دو منزلہ پرانی عمارت تھی۔ مدرسہ ہر عمر کی بچیوں سے بھرا تھا، جیسے ہی بانو نے مدرسے کے اندر قدم رکھا۔ زور زور سے لڑکیوں نے شور وغل مچانا شروع کر دیا۔ مدرسے کی ساری استانیاں اپنے کمرے سے باہر آ چکی تھیں۔ دُعا کے بعد قطار میں کمرۂ جماعت کی طرف جاتے ہوئے لڑکیاں اُسے گھورتے ہوئے اُس پہ ہنس رہی تھیں۔ بانو سمجھ چکی تھی۔ وہ لڑکیاں اُس کے قیمتی کپڑے دیکھ کے اس کا مذاق اڑا رہی تھیں۔ اسے ایسا لگ رہا تھا، جیسے وہ کوئی خلائی مخلوق ہو۔ اچانک اُسے اوّل درجے کی اُستانی کمرۂ جماعت میں لے گئیں۔ یہاں بھی سب اُسے دیکھ رہے تھے۔ اس کا جی چاہ رہا تھا کاش! کوئی جن پری آئے اور اُسے ان جیسے کپڑے پہنا دے۔ اُس نے غور کیا یہ تو سب ایک سے کپڑے پہنے تھیں۔ یہ شاید مدرسے کی وردی تھی۔ سارا دن لڑکیاں اُس کا مذاق اُڑاتی رہیں، جو اس کے پاس سے گزرتا اسے ”لال چھڑی میدان کھڑی کہتا۔“ وقفہ ہوا تو اُس کے کھانے کے ڈبے دیکھ کر سب ہنسنے لگے۔ لگتا ہے رات تک کا کھانا بے چاری ساتھ لے آئی ہے، وہ تو کھلونے بھی بستے میں رکھ کر لائی تھی، اس نے سوچا تھا کہ وقفے میں وہ اپنی ہمجولیوں کے ساتھ خوب کھیلے گی۔ اس نے جب اپنے برابر میں بیٹھی لڑکی کو کھلونے دِکھائے تو وہ اس کے کان میں بولی: ”جلدی سے یہ کھلونے چھپا لو، کہیں اُستانی جی کو بھنک پڑ گئی تو ان کی خوب ڈانٹ پھٹکار پڑے گی، ہم یہاں پڑھنے آتے ہیں، کھلونوں سے کھیلنے نہیں آتے۔“ بات اس کی سمجھ میں آ چکی تھی۔ اس نے خاموشی سے کھلونے بستے میں رکھ دیے تھے۔ چھٹی ہوئی تو پھولوں سے لدی تانگہ گاڑی دیکھ کر سب لڑکیاں پھر سے اُس کا مذاق اڑانے لگیں۔

دوسرے دن بانو مدرسے وردی پہن کر گئی۔ بستے میں صرف کتابیں اور قلم تھے۔ مدرسے وہ ملازم خیرو کاکا کے ساتھ پیدل گئی تھی۔ آج مدرسے کی ہر لڑکی کے ساتھ اس کی دوستی تھی۔ وہ ہر سال مدرسے میں اوّل آتی۔ یوں تو مدرسے سے روز اُس نے کچھ نہ کچھ سیکھا تھا، لیکن پہلے روز کی سیکھ اُسے ہمیشہ یاد رہی کہ دوسروں سے اپنے آپ کو الگ تھلگ دِکھنے میں ہم اکیلے رہ جاتے ہیں، اس لیے ہمیں دوسروں جیسا ہی دِکھنا چاہیے۔

مشکل الفاظ	معانی	مشکل الفاظ	معانی
خلائی	آسمانی	فاصلہ	دور
نظرِبد	بری نظر	جمپر	گڑیا کی قمیص
جگ جگ جیو	جیتی رہو	قطار	لائن
سیکھ	سبق	اوّل	پہلا
لاڈو	پیاری	قلم	پین
وقفہ	ہاف ٹائم	مدرسہ	اسکول/دینی تعلیمی ادارہ
یکہ	تانگہ گاڑی	بھنک	معلوم ہو جانا
ہمجولیاں	سہیلیاں	وردی	یونیفارم

عقل مند کمہار

تنزیلہ احمد

شہری آبادی سے دور ایک خوب صورت اور پرامن گاؤں تھا، یہاں کے باسی فطرت سے قریب اور سادہ مزاج تھے۔ گاؤں میں ہارون نام کا ایک کمہار رہتا تھا۔ یہ اس کا خاندانی پیشہ تھا۔ ہارون غریب، لیکن ذہین اور عقل مند تھا۔ مٹی کے برتن بنانے میں اسے غیر معمولی مہارت حاصل تھی۔ اپنی مہارت کے بل بوتے پر وہ اپنے خاندان کا پیٹ بھرنے اور اچھی گزر بسر کرنے کے لیے جدوجُہد کرتا تھا۔ کبھی کبھار اسے مالی پریشانی کا سامنا بھی کرنا پڑتا۔ مشکل وقت میں بھی ہارون نے اپنے مٹی کے برتنوں کے معیار اور نفاست پر کبھی سمجھوتا نہیں کیا تھا۔ ہارون کا ایک بیٹا تھا، جس کا نام بلال تھا۔ وہ بھی اپنے والد کی طرح محنتی اور ذہین تھا۔ بلال خوشی خوشی اسکول جاتا، واپس آ کر اسکول کا کام مکمل کرتا اور پھر مٹی کے برتن بنانے میں اپنے والد کی مدد کرتا۔ ہارون اپنے گھر کے عقبی صحن میں سارا دن کام کرتا تھا۔ دھیرے دھیرے وہ اپنے بیٹے کو اچھا کمہار بننے کے گر بھی سکھاتا رہا۔ اچھی مٹی لانا، پھر مٹی چھاننا، صاف ستھری ملائم مٹی کو گوندھنا اور پھر گھومتے چاک پر چڑھانا۔۔۔ یہ بنیادی عمل تو بلال سمجھ چکا تھا۔

ایک دن اِک مال دار تاجر گاؤں کے باہر سے گزر رہا تھا۔ ہرے بھرے لہلہاتے کھیت اور گھاس کا ہموار میدان دیکھ کر اس نے وہاں رُک کچھ دیر آرام کرنے کا فیصلہ کیا۔ اسی دوران تاجر نے کچھ مقامی خواتین کو دیکھا جنھوں نے مٹی کے گھڑے اٹھا رکھے تھے۔ وہ گھڑے اس قدر پیارے تھے کہ تاجر انھیں دیکھتا ہی رہ گیا۔ اس نے پہلی بار مٹی کے ایسے گھڑے دیکھے تھے، اس لیے وہ اک کسان سے ان کے بارے پوچھے بنا نہ رہ سکا۔ کسان نے اسے ہارون کمہار کے بارے میں بتایا۔ ہارون کا پتا پوچھتے پوچھتے وہ اس کے گھر پہنچ گیا اور اسے مل کر بہت خوش ہوا۔ اس کے بنائے مٹی کے تمام برتن دیکھ کر تاجر خوش گوار حیرت میں مبتلا ہو گیا۔ اس کے دل میں اک خیال آیا تو اس نے ہارون کے ہاتھ کی بنی سبھی اشیا بہت اچھی قیمت پر خریدنے کی پیشکش کی۔ تاجر کی پیشکش کمہار کو عام طور پر ملنے والی قیمت سے کہیں زیادہ تھی۔ ہارون اپنے برتنوں کی قدر دانی پر بہت خوش ہوا، گو کہ آج کل اس کی گزر بسر مشکل سے ہو رہی تھی، پھر بھی اس نے شائستگی سے تاجر کی پیشکش کو مسترد کر دیا۔ ہارون نے کہا:

”میں اپنے تمام مٹی کے برتن آپ کو فروخت نہیں کر سکتا۔ میرے لیے سب سے زیادہ اہم گاؤں والوں کی ضرورت کو مدِّ نظر رکھنا ہے۔ مٹی کے برتن بننے اور سوکھنے میں وقت لگتا ہے۔ اس دوران گر کسی کو برتنوں کی ضرورت پڑی تو اپنے لوگوں کو خالی ہاتھ لوٹانا مجھے زیب نہیں دے گا۔“ ہارون کے جواب پر تاجر ہکّا بکّا رہ گیا۔ اس طرح تاجر نے مٹی کے وہ برتن خریدنے کا فیصلہ کیا جو اسے سب سے زیادہ خوب صورت لگے تھے۔ تاجر نے ہارون کو اس کی مہارت کی اچھی قیمت پیش کی۔ اس نے وعدہ کیا کہ ہارون کے برتن اپنے دوستوں اور دوسرے شہروں میں ملنے جلنے والوں کو ضرور دکھائے گا اور وہ بھی یقیناً یہ خریدنا چاہیں گے۔

ہارون کی عقل مندی، مہارت اور اچھائی سے تاجر بہت متاثر ہوا تھا۔ اس نے اپنا وعدہ نبھایا اور جلد ہی اس کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ آس پاس کے قصبوں اور شہروں کے لوگ اس کے برتن خریدنے کے لیے آنے لگے اور اس کا کاروبار پھلنے پھولنے لگا۔ بلال کی پڑھائی اب مشکل ہو چکی تھی، مگر وہ اپنے والد کی مدد کرنے میں سستی نہ دکھاتا۔ وہ بہت قابل اور ذہین تھا۔ ہارون سے اجازت لے کر مزید تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے بلال شہر آ گیا۔ بیٹے کی غیر موجودگی میں، ہارون کے لیے تنِ تنہا مٹی کے برتنوں کی زیادہ مانگ پوری کرنا مشکل ہوتا گیا۔ وہ اب خود کو تنہا اور تھکن زدہ محسوس کرنے لگا تھا، چناں چہ اس نے محدود پیمانے پر برتن تیار کرنے شروع کر دیے۔ ایسا کرنے سے اس کی آمدنی اور کاروبار متاثر ہوا۔ وقت دھیرے دھیرے گزرتا گیا اور بلال اپنے والد کی طرح ایک عقل مند نوجوان بن گیا۔ وہ ایک اچھا انسان اور پڑھا لکھا کمہار تھا۔ اس نے کبھی اپنے پیشے کو برا اور کم تر نہیں سمجھا تھا۔ وہ فخر سے دوسروں کو اپنے والد کی مہارت اور مٹی کے برتنوں کے بارے میں بتاتا تھا۔ پڑھائی مکمل کرنے کے بعد وہ گھر واپس آیا تو اس نے اپنے والد کے کاروبار کی خراب حالت دیکھی تو وہ اُداس اور پریشان ہو گیا۔ مٹی کے برتن بیچ بیچ کر ہی ہارون نے اسے اچھی تعلیم دلوائی تھی۔ بلال جانتا تھا کہ اس کے والد کو مٹی کے برتن اور اس کام میں مہارت سے کتنا جذباتی لگاؤ ہے۔ لہٰذا بلال نے اپنے والد کے نقشِ قدم پر چلنے کا فیصلہ کیا۔

”میں یہ چاہتا ہوں کہ بہترین اور خاص مٹی کے برتن بنانے کی اپنی خاندانی روایت کو جاری رکھوں، لیکن نئے دور کے تقاضوں کے مطابق۔۔۔“ اک شام اس نے دل گیر آواز میں اپنے والد سے کہا۔

بلال اپنے معیارِ زندگی کو بہتر بنانے اور اپنے والدین کو خوش حال زندگی فراہم کرنے کا خواہش مند تھا۔ وہ مٹی کے برتنوں کے تکنیکی عمل اور نئے رجحانات شہر سے سیکھ کر آیا تھا۔

”تم جو کرنا چاہو گے، میں تمہارا ساتھ دوں گا۔ میرے بیٹے یہ بتاؤ کہ کیا تمہارے پاس کوئی دل چسپ اور قابلِ عمل خیال ہے؟“ ہارون نے پوچھا۔

”جی ہاں! میرے پاس مٹی کے برتنوں کی ایک نئی قسم بنانے کے لیے ایک منفرد آئیڈیا ہے۔ ہماری اشیا کی نفاست اور معیار وہی رہے گا، مگر برتن زیادہ پائیدار، شان دار اور جدید

صفحہ نمبر 37 پر

قدسیہ کا جیب خرچ

قانتہ رابعہ

چاروں بہن بھائی کھیلنے کودنے اور کھانے پینے کے شوقین، مجال ہے بغیر کہے لکھنے پڑھنے کے لیے تیار ہوں۔

بقول دادی اماں کے: ”پڑھائی کے نام پر تو موت پڑتی ہے یا تو سارا دن بندروں کی طرح کھیل کود میں مصروف رہتے ہیں یا پھر زبان کے چسکے کے لیے خوار ہوتے رہتے ہیں۔ گلی میں سے کوئی ٹھیلے والا گزرے اور یہ منھ میں پانی بھر کے لینے نہ چلے جائیں، یہ کیسے ممکن ہے! زندگی کا یہی مقصد رہ گیا ہے کھالو، پی لو اور بس! پڑھ لکھ کر کیا ملنا ہے انھیں، نام ڈبوئیں گے اپنے بڑوں کا“ دادی اماں بولنے پر آئیں تو رکنا ہی یاد نہ رہتا۔

”اماں بی، یہ نہیں ماننے والے! بہت ہی ڈھیٹ قسم کی ہڈی ہے ان کی! اپنی ماں سے پیسے لیتے ہیں، آپ سے لیتے ہیں بلکہ جو کوئی قریب سے بھی گزرتا ہے تو اس سے بھی پیسے ہتھیانے کے چکروں میں ہوتے ہیں۔“ کام والی باجی نے جلتی آگ کی چنگاریاں اپنی پھونک سے اور بڑھائیں۔

”آئے تم تو چپ رہو۔ تم تو خود ان کے کانوں میں پھونکتی ہو، آج بڑے مزے کی قلفیاں ہیں، گول گپے لاؤں یا پاپڑی! چاٹ کھاؤ گے؟ وہ بے چارے تو پھر بچے ہیں، تم تو بڑی ہو، تم ہی عقل سے کام لیا کرو، تم تو ان سے بڑھ کر چٹوری ہو۔“ دادی اماں نے کام والی باجی نذیراں کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

اور حقیقت بھی یہی تھی سارے بچے اچھے بھلے کارٹون دیکھ رہے ہوتے یہ آہستہ سے کانوں میں گھس کر کہتی: ”باہر گلی میں کھٹے چنے آئے ہیں، لاؤں؟“ کبھی وہ آپس میں دھینگا مشتی کر رہے ہوتے تو بس ایک فقرہ ارشاد فرماتی: ”بھئی گلی میں سے فالودہ آئسکریم کی ریڑھی گزر رہی ہے، پھر نہ کہنا نذیراں نے بتایا نہیں۔“ بس پھر وہ سارے رو پیٹ کر ماں سے پیسے نکلوانے میں کام یاب بھی ہو جاتے۔ کبھی کبھی تو دن میں دو تین مرتبہ ضد کر کے پیسے لے لیتے اور کبھی امی کوئی ضروری سودا منگواتیں تو بچی کھچی ریزگاری واپس نہ کرتے۔

پچھلے دنوں امی نے بازار جانا تھا۔ ابو نے انھیں جیب سے نکال کر کچھ رقم دی۔

اس دن تو امی بازار نہ جا سکیں۔ اگلے دن جب امی نے سودا سلف کے لیے ابو سے دوبارہ پیسے مانگے تو انھوں نے حیرانی سے پوچھا: ”اور وہ جو میں نے کل ایک دن پہلے دیے تھے، وہ کدھر گئے؟“ جب جواب میں انھیں پتا چلا کہ ان کی چٹوری اور چسکوری اولاد نے وہ زور زبردستی سے پیسے اینٹھ لیے تو بیس پچیس منٹ تک تو ابو گرج چمک کر برستے رہے، خوب خوب ملامت کرنے اپنے بچپن کی مثالیں دینے کے بعد انھوں نے سب گھر والوں کی موجودگی میں اعلان کیا کہ آج سے ہر بچے کی پاکٹ منی یعنی جیب خرچ مقرر کیا جائے گا۔ ان پیسوں کے علاوہ بس عید پر عیدی کی صورت پیسے ملیں گے یا جو بچہ اسکول کے سہ ماہی، ششماہی اور سالانہ امتحانات میں پہلی تین پوزیشنیں حاصل کرے گا، اسے نقد انعام دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ ایک روپیہ بھی نہیں دیا جائے گا، اگر کسی نے جیب خرچ گم کر دیا یا ایک دن میں ہی ختم کر دیا تو بھی اسے کوئی زائد رقم نہیں دی جائے گی۔ یہ تم لوگوں کی مرضی ہے، اس سے تفریح کے لیے سامان خریدو یا تعلیم کے لیے، منہ کے چسکے پورے کرو یا کتابیں خریدو۔ مجھے آج کے بعد یہ سننے کو نہ ملے کہ فلاں سے پیسے مانگے اور فلاں سے چھینے، سمجھے؟“

پھر انھوں نے توپوں کا رُخ اپنی بیگم کی طرف کیا، جو بقول ان کے بچوں کی فرمائشیں پوری کر کے ان کی عادتیں خراب کر رہی ہیں۔ پتا نہیں کتنی دیر یہ سلسلہ جاری رہتا، اگر ابو کے دوست ملنے کے لیے نہ آتے۔ وہ تو اطلاعی گھنٹی تواتر سے بجی نذیراں دروازے پر دیکھنے کے لیے گئی اور۔۔۔

”صاب جی! آپ کے دوست آئے ہیں۔“ کی خوش خبری سنائی تو کہیں اس کے بعد انھوں نے ڈانٹ ڈپٹ کا سلسلہ موقوف کیا اور جیب میں ہاتھ ڈال کر چاروں بچوں کو ان کی توقع سے کہیں زیادہ جیب خرچ پکڑایا۔

نیلے نیلے کڑکڑاتے نوٹ دیکھ کر بچوں کی باچھیں کھل گئیں۔

ڈرائنگ روم میں جاتے ہوئے ایک مرتبہ انھوں نے پھر بتایا کہ یہ پورے ماہ کے لیے ہیں۔

چاروں بچے آنکھیں پھاڑے کبھی باپ کی طرف دیکھتے، کبھی نوٹوں کی طرف! سب کا دل چاہ رہا تھا کہ ابھی بازار جائیں گولا گنڈا پاپڑی چاٹ، برگر اور دس طرح کی الا بلا خرید کر پیٹ کی آگ بجھائیں۔۔۔

رات کے اندھیرے میں عرفان اور فرقان دونوں بھائی تو چپکے سے بازار کا چکر لگا کر اپنی پسند کی چیزیں کھا کر آئے تھے۔

ماریہ اور قدسیہ دونوں اسکول جا کر ہی کینٹین سے کچھ لے سکتی تھیں، کیوں کہ گھر میں لڑکیوں کو گلی میں جانے یا کچھ خرید کر کھانے کی اجازت نہیں تھی۔ جیب خرچ کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اب گھر میں شور شرابہ چھینا جھپٹی اور دادی اماں یا امی سے بار بار رقم کے مطالبے نہیں ہوتے تھے اور چند ہی دنوں میں نذیراں کو بھی سمجھ آگئی کہ کانوں میں گھس کر گلی سے گزرنے والے ٹھیلوں اور خوانوں پر دھری چیزوں کے تذکرے کا کوئی فائدہ نہیں۔

گھر کے بڑے تو اس سکون کی فضا سے بہت خوش تھے۔ ہاں! فرقان نے مہینے کی بیس کو ہی سارا جیب خرچ ختم کر لیا تھا۔ ماریہ کا آخری تاریخ تک اور قدسیہ نے کسی کو کچھ نہیں بتایا تھا کہ اس نے جیب خرچ کتنا خرچ کیا۔ اگلے مہینے جیب خرچ دینے سے پہلے ابو نے سب سے سوال کیا کہ کس کے پاس رقم موجود ہے اور کس کی ختم ہو چکی ہے۔

سوائے قدسیہ کے سب رقم ختم کر چکے تھے اور اب بے تابی سے اگلے ماہ کے جیب خرچ کے منتظر تھے جو کہ ان کو مل گیا۔

اس مرتبہ بھی ابا جان نے رقم سوچ سمجھ کر خرچ کرنے کا طویل لیکچر دیا جو کسی نے سنا کسی نے نہیں، وہ مہینہ بھی تینوں کا کھانے پینے میں ہی رقم اڑانے میں گزرا۔ تیسرے ماہ کی سترہ تاریخ تھی، جب اسکول کی طرف سے چھٹیوں کی وجہ سے سب گھر والوں بلکہ پورے خاندان کے افراد کا سمندر کی سیر کے لیے کراچی جانے کا پروگرام بنا۔ پچھلے کئی سال سے یہ پروگرام بس منصوبے میں ہی موجود تھا۔

پروگرام اتنا اچانک بنا کہ سب کو یقین ہی نہیں آ رہا تھا، کیا واقعی کل ہم کراچی جائیں گے اور وہ بھی سمندر کے دیدار کے لیے!

رات کے وقت جب سب پوری تیاری کے ساتھ نواب شاہ سے بذریعہ ٹرین کراچی کے لیے روانہ ہو رہے تھے تو ابو نے پھر چاروں کو جمع کیا اور اطلاع دی کہ کراچی میں صرف ساحلِ سمندر کا ہی پروگرام نہیں، بلکہ رات میں رہائش کا بندوبست کر لیا ہے تو اگلے دن سفاری، ہل پارک، پورٹ گرینڈ، میری ٹائم میوزیم سمیت سب مشہور جگہوں پر جانے کا پروگرام ہے۔ اسٹیشن پر بڑی کوچ لینے آئے گی، سب اپنے اپنے بیگ کی حفاظت خود ہی کریں گے اور یہ کہ ان تفریحی مقامات کے ٹکٹ چوں کہ بہت مہنگے ہیں، لہٰذا ٹکٹ ہم لیں گے اور منہ ہلانے کے لیے آپ کے پاس جیب خرچ موجود ہوگا وہی کام آئے گا۔

ابو یہ کہہ کر دروازے کی طرف روانہ ہوئے اور سوائے قدسیہ کے تینوں کے منہ لٹکے ہوئے تھے۔ ابھی دو دن قبل ان تینوں نے رقم ملا کر پزا، شوارما، برگر اور دس قسم کی الا بلا منگوا کر کھائی تھیں۔ ان کی جیب میں جیب خرچ کے نام پر ایک روپیہ بھی نہیں تھا۔

تینوں کو کراچی جانے کا جتنا شوق تھا، اس کے پورا ہونے کی خوشی سے کہیں زیادہ جیب خرچ ختم کر لینے کا دکھ تینوں کے دل میں یہی سوچ تھی کہ آئندہ ماہ سے کچھ نہ کچھ رقم ضرور ایسے وقت کے لیے بچا کر رکھیں گے اور وہ تینوں حیرت اور حسرت سے قدسیہ کو دیکھ رہے تھے، جس نے ان کے ترغیب دلانے کے باوجود کبھی چٹخورے پن پر رقم خرچ نہ کی تھی اور اب مزے سے ساری رقم نکال کر دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہی تھی۔

بہن بھائیوں کے لٹکے منہ دیکھ کر دل ہی میں سوچ رہی تھی کہ تھوڑی سی رقم انھیں وہ بے شک ادھار دے گی، لیکن ان کو کراچی پہنچنے پر دے گی اور اسی وقت ابو سوچ رہے تھے کہ بچوں کو سبق تو مل گیا ہوگا۔

کراچی میں ساحلِ سمندر پر خوب صورت ترین مقام پورٹ گرینڈ پہنچ کر ابا جان نے ان کو کچھ رقم دے تو دی، لیکن انھیں شرمندہ کر کے قدسیہ کی سمجھ داری کی مثال دے کر اور آئندہ کے لیے وعدہ لے کر کہ اب تو سبق مل گیا ہوگا کہ کچھ نہ کچھ رقم پس انداز کرنا لازم ہے کہ جیب خرچ کا مطلب صرف اسے خرچ کرنا نہیں بلکہ کچھ نہ کچھ جیب میں بچا کر رکھنا بھی ہے۔

بقیہ

عقل مند کمہار

ہوں گے۔"

بلال نے جواب دیا اور ہارون نے بیٹے کا کندھا تھپک کر اس کی حوصلہ افزائی کی۔ یہ آگے بڑھنے کی اجازت تھی۔

گھر کا عقبی صحن اِک چھوٹے سے کارخانے میں بدل چکا تھا۔ بلال نے نیک نیتی سے اپنے خیال کو عملی جامہ پہنانے کے لیے کوشش شروع کر دی۔ شہر سے وہ ضروری سامان اور اشیا پہلے ہی لے آیا تھا۔ نت نئی تکنیک، مہارت اور اپنی عقل کا استعمال کرتے ہوئے بلال نے کئی تجربے کیے۔ وہ کئی کئی گھنٹے تجربے کرتے ہوئے گزارتا۔ کبھی اسے برتن کی نفاست نہ بھاتی تو پائیداری نظر نہ آتی۔ اسے اپنی تخلیقی صلاحیت اور علم پر بھروسا تھا۔ بلال مایوس نہ ہوا اور کوشش کرتا رہا۔ اک روز اس کی محنت رنگ لے آئی۔ آخر کار اس نے مٹی کے ایسے برتن تیار کر لیے جو دیکھنے میں نفیس، خوب صورت، ہلکے پھلکے، منفرد، شان دار اور استعمال میں پائیدار تھے۔ ہارون نے جب بیٹے کی محنت کا نتیجہ دیکھا تو کھل اُٹھا۔ اپنے بیٹے کو اچھی تعلیم دلوانے پر اسے فخر محسوس ہو رہا تھا۔ ہارون اپنے بیٹے کی اختراع سے بہت متاثر ہوا اور اس کی خوب حوصلہ افزائی۔

"میرا مشورہ ہے کہ نئے زمانے کے حساب سے تم اپنے مٹی کے برتنوں کی تشہیر کرو۔ انھیں بڑے بازاروں میں بیچنے کے لیے رکھو۔ نمائش میں لے کر جاؤ۔ مجھے یقین ہے کہ مانگ بہت بڑھے گی اور یوں تم وسیع پیمانے پر انھیں تیار کرنے کے قابل بن سکو گے۔"

بلال کو یہ مشورہ بہت پسند آیا۔ اپنے والد کے مشورے کے عین مطابق، بلال نے اپنے مٹی کے برتن فروخت کرنے کے لیے قریبی شہروں کا رُخ کیا۔ اس کے برتن فوری طور پر لوگوں کی توجہ حاصل کرنے میں کام یاب ٹھہرے۔ دھیرے دھیرے مٹی کے نئے برتنوں کی مانگ بڑھتی رہی۔ وہ وسیع پیمانے پر انھیں تیار کرنے لگے اور ساتھ ساتھ ایک اور کارخانہ بھی بنا لیا۔ اس نے اپنی فہم و فراست سے اپنے پیشے میں نئی روح پھونک دی تھی۔ بلال کا کاروبار دن بہ دن بڑھنے لگا۔ وہ یوں اپنے خان دان کو آرام دہ زندگی فراہم کرنے کے قابل ہو گیا۔

کام یابی و عروج ملنے کے باوجود، ہارون اور بلال کے عجز اور خلوص میں کوئی فرق نہ آیا۔ گاؤں والوں کو وہ مناسب دام پر ہی برتن فروخت کرتے رہے۔ ان کی ساری توجہ اپنے مٹی کے برتنوں کی خوب صورتی و معیار میں بہتری اور جدت لانے پر مرکوز رہی۔ بلال اپنی روایت، اقدار اور پیشہ ورانہ مہارت سے جڑا رہا۔ باپ بیٹے کی محنت، دیانت اور عقل مندی نے انھیں اس مقام تک پہنچایا، جس کی انھیں چاہ تھی۔ ان کا کاروبار آنے والی نسل تک پھلتا پھولتا رہا۔ بلال نے اپنے عمل سے ثابت کیا کہ کوئی بھی پیشہ کم تر نہیں ہوتا۔ اپنے خان دانی پیشے کی عزّت و قدر اور اس کی پیروی کرنے میں کوئی عار نہیں۔ ہارون اور بلال سب کے لیے مثالی کمہار بن چکے تھے۔

قسمت کا ہیر پھیر

راحمین ایاز

بشیر میاں اپنی بیوی اور دو بیٹیوں کے ساتھ مٹی کے بنے چھوٹے سے گھر میں رہتا تھا۔ بازار میں مٹی کے گھڑے بنا کر فروخت کیا کرتا تھا۔ ہوائی روزی تھی، کبھی دیہاڑی لگ جاتی اور کبھی جھکی ہوئی نظر۔۔۔ ذمے داریوں کے بوجھ سے لدی کمر اور مٹی سے اَٹے خالی ہاتھ لوٹ آتا تھا۔ بیٹیاں جوان تھیں۔ قسمت سے ایک بیٹی کا رشتہ تو ہو گیا تھا، پر جہیز کے لیے پیسے نہ ہونے کی وجہ سے شادی رکی ہوئی تھی۔

”کیا بات ہے زرینہ کے ابا! آج آپ کی آنکھوں میں آنسو کیوں آگئے ہیں؟ آپ ہی ہمت ہار گئے تو ہمارا کیا بنے گا؟“

بشیر میاں کی بیوی نوراں نے کہا۔

”آج تیسرا دن ہے نوراں! کسی شخص نے ایک برتن بھی نہیں خریدا، میری بیٹیاں پیٹ پر پتھر باندھ کر بھوکی سو جاتی ہیں۔ کیسا باپ ہوں میں جو اپنے بچوں کو دو وقت کی روٹی بھی نہیں کھلا سکتا؟ اور زرینہ کے جہیز کی فکر نے تو میری راتوں کی نیند اڑا دی ہے۔ کچھ سمجھ نہیں آتا کہ کیا کروں، بڑا پریشان ہوں میں!“ بشیر میاں نے روتے ہوئے کہا۔

”آپ پریشان نہ ہوں۔ اللہ بہت بڑا ہے، قسمت کو بدلنے میں دیر نہیں لگاتا۔ ہمیں تو مانگنا ہی نہیں آتا، دل سے مانگیں گے تو جھولیاں بھر بھر کے دے گا رب سوہنا۔“

نوراں نے تاروں سے بھرے نیلے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی اُمید سے کہا۔ اس کی باتوں میں اک عجیب سی تاثیر تھی کہ بشیر میاں کا دل کچھ سکون محسوس کرنے لگا کہ واقعی میں کتنا غلط سوچ رہا ہوں، رزق کی اُمید اس کے بندوں سے لگا رہا ہوں جو خود اس ذات کے حکم کے محتاج ہیں۔ جب تک وہ نہیں چاہے گا کوئی بھی مجھ سے برتن نہیں خرید سکتا، پھر وہ اُٹھا اور بڑے دنوں بعد محبت کے ساتھ وضو کیا اور جائے نماز پر کھڑا ہو گیا۔ اس نے ٹھان لیا تھا کہ آج وہ رب کو راضی کر کے اپنی بیٹیوں کے نصیب میں دنیا جہاں کی خوشیاں مانگ لے گا۔

”بھائی صاحب! دراصل میری بیٹی کی کچھ دنوں بعد شادی تھی تو میں نے یہ سامان آج ہی خریدا تھا، اچانک ہمیں بیرونِ ملک شفٹ ہونا پڑ رہا ہے، جس کی وجہ سے ہم یہ سامان ساتھ نہیں لے کر جا سکتے۔ آپ چاہیں تو یہ سامان رکھ لیں، اگر آپ کی بیٹی ہے تو اس کے لیے میری طرف سے تحفہ سمجھیں۔“

ایک انجان شخص نے آکر بشیر میاں کو تو حیران ہی کر دیا تھا۔ اسے سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس فرشتہ صفت انسان کا کیسے شکریہ ادا کرے۔

وہ امیر کبیر شخص سامان سے بھری گاڑی اس کے حوالے کر گیا تھا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ رب نے اتنی تیزی کے ساتھ اس کی ”قسمت کا ہیر پھیر“ کر دیا تھا۔

انمول نعمت

فاکہ قمر

احمد پور کے علاقے میں ایک متوسط گھرانے سے تعلق رکھنے والا ایک ہونہار بچہ حذیفہ رہتا تھا، جو جاگتی آنکھوں خواب دیکھنے کا عادی تھا۔ وہ ماں باپ کا اکلوتا بیٹا تھا، لیکن اِس میں اک بری عادت تھی کہ وہ اپنی من مانی کرتا تھا، جو اُس کے دل میں آتا وہی کرتا تھا۔ اِس عادت کی وجہ سے اکثر اُس کے گھر والے ناراض رہتے تھے۔ نعمان حذیفہ کا بچپن کا دوست تھا، اُن دونوں کی دوستی بہت گہری تھی۔ دونوں ایک دوسرے کا دم بھرتے نہیں تھکتے تھے۔ نعمان کو معلوم تھا کہ حذیفہ کسی کی بات کو پلے سے نہیں باندھتا۔ ایک دن دونوں دوست اسکول سے واپسی پر ایک ویران راستے کی جانب مڑ گئے۔

نعمان نے بہت منع کیا، لیکن حذیفہ نے اُس کی ایک نہ مانی۔ تھوڑی دیر چلنے کے بعد انھوں نے دیکھا کہ ایک موٹر سائیکل پر دو مشکوک لوگ بیٹھے تھے۔ اُن کی چال ڈھال بتا رہی تھی کہ وہ ٹھیک لوگ نہیں ہیں۔ نعمان نے اشارہ سے حذیفہ کو پھر سے روکنا چاہا، لیکن وہ بے خوف وخطر ہو کر چلتا جا رہا تھا۔

اچانک اُن دونوں نامعلوم افراد کی نظر اُن بچوں پر پڑی تو اِن کی شیطانی آنکھیں چمک گئیں۔ اُن کے مکروہ چہرے پر شیطانی ہنسی نمودار ہو گئی اور پیلے زرد دانت نمائش کرنے لگے، جن کو دیکھ کر بچے ایک دم سے خوف زدہ ہو گئے۔ پہلی بار حذیفہ کی بھی چھٹی حس نے اسے سمجھا دیا تھا کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ نعمان مسلسل حذیفہ کو کہنی مار کر چلنے کا اشارہ کر رہا تھا، لیکن وہ ہنوز اُن دونوں کی جانب دیکھ رہا تھا۔ اِس سے پہلے کہ بچے وہاں سے نکلتے وہ دونوں نامعلوم افراد اپنی میسنی ہنسی کے ساتھ اُن کی جانب بڑھنے لگے۔ اُن کے چہرے سے اُن کے ناپاک منصوبے کی جھلک واضح دکھائی دے رہی تھی۔ نعمان نے زور سے حذیفہ کا ہاتھ تھام لیا، جیسے جیسے وہ قریب آ رہے تھے بچے بھی ایک دم سے الرٹ ہو گئے تھے۔ اِدھر انھوں نے دونوں لڑکوں کو پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھائے، اُدھر نعمان نے حذیفہ کو کھینچا اور دوڑ لگا کر بھاگ گئے۔ بچوں کی پھرتی دیکھنے لائق تھی اور اسی وجہ سے دونوں نامعلوم افراد کے چنگل میں پھنسنے سے پہلے ہی بچ نکلے تھے، لیکن حذیفہ اِس حادثے سے ڈر گیا تھا۔ وہ بھاگنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ اگر نعمان اُس کو لے کر نہ بھاگتا تو۔۔۔ اِس کے آگے وہ کچھ اور سوچنا نہیں چاہتا تھا۔

”میں نے تمھیں کہا تھا کہ اِدھر نہیں جاتے، لیکن تم سنتے کہاں ہو؟“

تیز دوڑ لگانے کے بعد ایک سایہ دار درخت کے نیچے سانس لینے کو رُکے تو نعمان گلہ کیے بغیر نہ رہ سکا۔ نعمان کی بات نے حذیفہ کو اندر تک جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ وہ دل ہی دل میں شرمندہ ہو رہا تھا، لیکن اپنے دوست کی وجہ سے وہ آج بچ نکلا تھا۔ ”سچ ہے اچھے دوست انمول نعمت ہوتے ہیں۔“

یہ وطن ہمارا ہے!

عصمت اسامہ

تاشفین گھنٹے بھر سے لیپ ٹاپ پر کام کر رہا تھا۔ ٹائپ کرتا تھا اور پھر ڈیلیٹ کر دیتا تھا۔ لیپ ٹاپ بھائی جان کا تھا اور خاصا پرانا ہو چکا تھا، شاید اسی لیے کچھ فنکشن درست کام نہیں کر رہے تھے۔ کافی مغزماری کے بعد تھوڑا بہت ہی کام ہو سکا، جب امی جان کمرے میں داخل ہوئیں تو وہ بے دھیانی میں بائیں ہاتھ کا مکا بنا کے ٹیبل پر پٹخ رہا تھا۔

"ارے بیٹا! کیا ہوا؟" امی جان نے پوچھا۔

"کچھ نہیں، بس یہ لیپ ٹاپ تنگ کر رہا ہے۔" تاشفین نے جواب دیا۔

"سیف اللہ آنے والا ہے، اسے دکھا لینا، اُمید ہے کہ وہ ٹھیک کر دے گا، فکر نہ کرو۔" امی جان نے تسلی دی۔

"ہمم ۔۔۔ بھائی جان ہی ٹھیک کر سکتے ہیں، مجھ سے تو نہیں ہو رہا۔" تاشفین نے کہا اور لائٹ آف کر کے آرام کرنے لگا۔

ابھی اسے آنکھیں موندے چند لمحے ہی گذرے ہوں گے کہ اس کی کھڑکی پر کسی گاڑی کی تیز ہیڈ لائٹس پڑیں اور وہ بے اختیار پردہ سرکا کے کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔

سڑک پر ایک سفید لینڈ کروزر کھڑی تھی، جس سے دو لحیم شحیم آدمی (بظاہر انگریز دکھائی دیتے تھے) اتر کے سامنے فلیٹ میں داخل ہو گئے۔ لینڈ کروزر وہیں کھڑی رہی۔ چند منٹ بعد وہ آدمی گیٹ سے باہر آ کے لینڈ کروزر میں بیٹھے اور گاڑی روانہ ہو گئی۔ سامنے فلیٹ میں ہفتہ قبل نئے کرایہ دار آئے تھے، مگر وہ کسی سے ملتے جلتے نہیں تھے۔

تاشفین اس منظر نامے کے بارے میں سوچ میں پڑ گیا اور جب بھائی جان آئے تو ان سے بھی ذکر کیا۔ اگلے دن تاشفین کالج سے واپس آ رہا تھا تو اس نے تین لڑکوں کو اسی فلیٹ میں داخل ہوتے دیکھا، عجیب بات یہ تھی کہ ایک نے ماسک پہن رکھا تھا، دوسرے نے پی کیپ کو چہرے پر یوں جھکایا ہوا تھا کہ چہرہ چھپ جائے اور تیسرے کی ہلکی داڑھی تھی اور بلیک گلاسز لگا رکھے تھے۔

"لو جی، یہ سب اپنے چہرے کیوں چھپا رہے ہیں؟" اس نے دل ہی دل میں سوچا۔ شام کو سیف اللہ بھائی جان آئے تو ان کے ساتھ ان کے دوست آرمی کیپٹن عثمان بھی تھے۔ تاشفین نے یہ سارا ماجرا ان کے سامنے رکھا تو وہ بھی سوچ میں پڑ گئے اور تاشفین سے ان لوگوں کی مانیٹرنگ جاری رکھنے کو کہا۔

رات کے دو بجے جب ہر طرف ہُو کا عالم تھا اور سب لوگ سو رہے تھے، فضا گاڑیوں کے انجن کی گڑگڑاہٹ اور ٹائروں کے چرچرانے کی آوازوں سے گونج اٹھی۔ دو فوجی گاڑیوں اور ایک بکتر بند گاڑی نے فلیٹ کو گھیرے میں لے رکھا تھا۔ سادہ لباس میں پاک فورسز نے آپریشن کر کے دس افراد کو گرفتار کیا جو غیر ملکی ایجنڈے کے تحت پاکستان کی قومی سلامتی کے خلاف سائبر کرائم میں ملوث تھے۔ اگلے روز یہ خبر ہر طرف وائرل ہو چکی تھی کہ یہاں ایک نیٹ ورک دشمن ملک سے ہینڈل کیا جا رہا تھا اور طریقۂ واردات پاک فوج اور قومی اداروں کے خلاف جھوٹی خبریں، فیک آڈیوز، ویڈیوز تیار کر کے پھیلانا تھا۔ سیکڑوں کمپیوٹرز کے نظام کو آپس میں اس طرح ملا دیا گیا تھا کہ ایک سوشل میڈیا اکاونٹ پر جو فیک نیوز ڈالی جاتی وہ بیک وقت سیکڑوں اکاؤنٹس سے نشر ہونے لگتی۔

"شاباش تاشفین! تمہاری مدد سے ہم نے بہت بڑے سائبر کرائم وِنگ کو پکڑ لیا۔" کیپٹن عثمان نے شام کو گھر آ کے تاشفین سے کہا۔

"سر! یہ وطن ہم سب کا ہے۔ آپ کے ساتھ ہم نے بھی اپنا دل عہدِ وفا کے نام کر دیا ہے!" تاشفین کے جواب سے سب کے چہرے جگمگا اُٹھے۔

پھول کی تلاش

سمیرا انور

ایک خوب صورت جنگل تھا، جس میں مختلف پرندے اور جانور رہتے تھے۔ سبھی اپنی اپنی زندگی میں خوش تھے۔ ان میں ایک چھوٹا سا طوطا بھی رہتا تھا۔ وہ بہت خوش مزاج تھا۔ وہ کچھ نہ کچھ سوچتا رہتا تھا اور ہمیشہ نئے تجربات کی تلاش میں رہتا تھا۔ ایک دن اس نے سنا کہ دور دراز پہاڑوں میں ایک سفید پھول ہے جو ہر صبح چمکتا ہے، جس کی روشنی سے ہر طرف اُجالا ہو جاتا ہے۔ اس پھول کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جو پرندہ اسے حاصل کر لے، اس کی زندگی بدل جاتی ہے۔ طوطے نے سوچا: "مجھے یہ پھول حاصل کرنا چاہیے۔" اس نے اپنے دوستوں، کوے اور کبوتر، کو اس کے بارے میں بتایا۔ دونوں اس کی بات سن کر بہت خوش ہوئے۔ انھوں نے حسد کرنے کی بجائے اس کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا۔

کوے نے کہا: "ہمیں مل کر جانا چاہیے، تم اکیلے نہ جاؤ۔" کبوتر نے بھی حامی بھری۔ تینوں ایک صبح سفر کے لیے روانہ ہو گئے۔ انھیں راستے میں ایک جنگل سے گزرنا تھا، جہاں خطرناک جانور رہتے تھے۔ ایک سانپ سے وہ بہت مشکل سے بچے کیوں کہ انھوں ایک دوسرے کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ ہر مشکل راستے میں انھوں نے ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے رکھا۔ ایک کھائی کے پاس انھوں نے ایک بوڑھے عقاب کو دیکھا جو بہت زخمی حالت میں تھا۔

"ہمیں اس کی مدد کرنی چاہیے۔" طوطے نے کہا۔ کوّے اور کبوتر نے بھی اس کی بات پر اتفاق کیا۔ انھوں نے عقاب کو پانی دیا اور اس کے زخم پر پتے باندھے۔ عقاب نے ان کا شکریہ ادا کیا اور کہا: "تم نے میری جان بچائی ہے۔ اب میں بھی تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں۔ تمہارا سفر کس طرف ہے؟"

"ہم نے پہاڑ کی اس اونچی چٹان پر جانا ہے۔ کیا تم ہمیں وہاں لے جا سکتے ہو؟" طوطے نے پوچھا۔

"میں تمھیں اپنے پنکھوں سے صرف پہاڑ پر پہنچا سکتا ہوں۔ اس سے آگے نہیں۔" عقاب نے جواب دیا۔ انھوں نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ وہ انھیں صرف پہاڑ پر پہنچا دے۔ عقاب نے انھیں اپنے ساتھ اُڑایا اور پہاڑوں کے قریب لے گیا، جہاں انھوں نے سفید پھول دیکھا، جو پوری آب وتاب سے چمک رہا تھا، لیکن پھول تک پہنچنے کے لیے انھیں ایک اونچی چٹان پر چڑھنا تھا۔ کوّے نے کہا: "ہمیں مل کر یہ چٹان سر کرنا ہو گی۔" سب نے مل کر کوشش کی، ایک دوسرے کو سہارا دیا اور آخر کار وہ چٹان پر پہنچ گئے۔ طوطے نے پھول توڑا جس کی روشنی نے ان کے دلوں کو خوشی سے بھر دیا۔ وہ جانتے تھے کہ انھوں نے صرف ایک خوب صورت پھول ہی نہیں پایا، بلکہ دوستی، ہمت اور محبت کی اہمیت بھی سیکھ لی ہے۔

پھر وہ واپس اپنے جنگل میں آ گئے، جہاں سب جانوروں نے ان کا استقبال کیا۔ طوطے نے سب کو اپنی کہانی سنائی اور کہا: "یہ پھول ہمارے لیے خوشی کا نشان ہے، مگر سب سے قیمتی تو ہماری دوستی ہے۔ آج ہمیں صحیح معنوں میں اس کی قدر کا اندازہ ہوا۔"

بچوں کے فن پارے

ارتقا رشید ،دس سال راول پنڈی

اسماعیل محسن 7سال فورٹ عباس

طوبی شاہد ـ7 سال ، ڈیرہ اسماعیل خان

صالحہ رئیس 12 سال راول پنڈی

عدن فاطمہ ،12 سال چونیاں

عثمان ارشد ،دس سال چونیاں

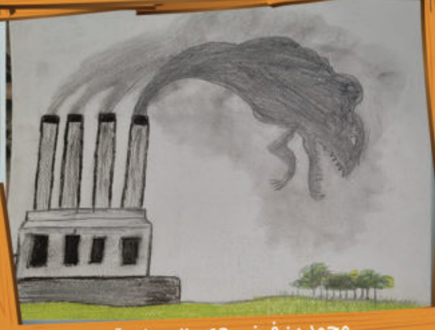

محمد بن فیض ،12 سال حافظ آباد

عنایا عمر 7 سال کراچی

ہر ماہ ایک فن پارے پر300 روپے انعام دیا جاتا ہے گزشتہ ماہ اسلام آباد سے **محمد حارث** کا فن پارہ انعامی قرار پایا ہے، انہیں 300 روپے مبارک ہوں (ادارہ)

پیارے بچو!!

2024ء گزر گیا اور 2025 آ گیا۔ کیا خیال ہے سال کے بدلنے پر کچھ غور ہو جائے؟

سال کا تبدیل ہوتا بتا رہا ہے کہ وقت تیزی سے گزر رہا ہے۔ اور تیزی سے گزرتا یہ وقت دراصل ہماری زندگی کی سب سے قیمتی شے ہے۔ ہمیں اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ نفع دینے والا علم سیکھیں اور پھر اس پر عمل کریں۔ دوسروں کام آئیں، کسی سے ملیں تو مسکرا کر ملیں۔ اسی سے ہماری دنیا اور آخرت کامیاب ہوگی۔

ہمیں یاد رکھنا چاہیے!

وقت سے فائدہ اٹھانے والے ہی عقلمند ہیں جو دنیا اور آخرت کی بھلائیاں سمیٹ لے جائیں گے۔

تو کیا خیال ہے آپ بھی عقل مند ہیں نا!!

ماہنامہ فہم دین جنوری 2025ء کے سوالات

سوال 1: زوزو کیا تھا؟

سوال 2: اسماء نے اپنا بو سے کس چیز کی فرمائش کی تھی؟

سوال 3: پورے شہر کا نظام کس چیز نے درہم برہم کر ڈالا تھا؟

سوال 4: ناصیت کے کیا معنی ہیں؟

سوال 5: قائداعظم کا مشہور قول مکمل کریں۔

اتحاد......، .....، ہے

دسمبر 2024ء کے سوالات کا درست جواب دینے پر اسلام آباد سے
ہاشم علی
کو شاباش انہیں 300 روپے مبارک ہوں

دسمبر 2024ء کے سوالات کے جوابات

جواب 1: -علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ

جواب 2: محنت

جواب 3: جگنو کا

جواب 4: پہاڑی علاقے

جواب 5: بھوت، بلائیں نقلی اور الو، کتے اصلی

بلا عنوان کا عنوان

دسمبر 2024ء کے ماہنامہ فہم دین میں حمیرا شیخ کی کہانی بلا عنوان شائع ہوئی تھی، اس کہانی کو عنوان دینے کی مہم میں 25 قارئین نے حصہ لیا۔ اسلام آباد سے ساجدہ حسین کا عنوان بہترین قرار پایا، ان کا عنوان تھا: اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا۔

سنیے!!!!

یہ سوالات دسمبر 2024 کے شمارے سے لیے گئے ہیں۔ جوابات کی آخری تاریخ 15 جنوری 2025ء ہے

مناجات

خرم فاروق ضیا

الٰہی گناہوں سے بے زار ہوں میں
تیری مغفرت کا طلب گار ہوں میں

میری معصیت نے مجھے مار ڈالا
دکھا دے مجھے نیکیوں کا اجالا
اگر اب بھی تو نے مجھے نہ سنبھالا
میں مر جاؤں گا میرے ربِّ تعالیٰ
تو غفار ہے اور خطا کار ہوں میں
تیری مغفرت کا طلب گار ہوں میں

میرا دل ہوا ہے ہوس کا پجاری
ہے میرا مقدر بنی بے قراری
ہوئی نیکیاں ختم ساری کی ساری
بچی ہے فقط میرے دامن میں خواری
تہی دست و مفلس ہوں، نادار ہوں میں
تیری مغفرت کا طلب گار ہوں میں

تیرے در پہ آیا ہوں سب کچھ لٹا کر
الٰہی مجھے نورِ تقویٰ عطا کر
مجھے گھیر لیں گے گناہ پھر سے آکر
تو رحمت کی چادر میں رکھنا چھپا کر
شفایاب کر مجھ کو! بیمار ہوں میں
تیری مغفرت کا طلب گار ہوں میں

ضیاء باغ جنت میں گھر چاہتا ہے
تیری بارگاہ، تیرا در چاہتا ہے
یہ دل تو تجھے ٹوٹ کر چاہتا ہے
تیری الفتوں کا اثر چاہتا ہے
تو کہہ دے کہ ہاں! تیرا دلدار ہوں میں
تیری مغفرت کا طلب گار ہوں میں

دعائیں

ارسلان اللہ خان

انسان کے ہر غم کا مداوا ہیں دعائیں
ہر درد کا مرہم ہیں، دلاسہ ہیں دعائیں

مایوسی میں بے شک ہیں یہ امید کا ضامن
لاریب بہت درد شناسا ہیں دعائیں

اللہ کو ہے محبوب ہر اک مانگنے والا
اللہ سے الفت کا تقاضا ہیں دعائیں

مشکل کی گھڑی میں مرے اللہ سے مانگو
طوفان میں مومن کا کنارہ ہیں دعائیں

جو لوگ بھی ہیں گردشِ حالات کی زَد میں
ان کے لیے امید کا دھارا ہیں دعائیں

جب ظاہری اسباب ہوں سارے ہی مُعَطّل
اُس وقت بھی انساں کا سہارا ہیں دعائیں

فرمایا نبی نے "ہے دعا مغزِ عبادت"
اس طرح عبادت کا قرینہ ہیں دعائیں

جو نیک ہیں کرتے ہیں دعائیں وہ خدا سے
یوں متقی ہونے کا اشارہ ہیں دعائیں

پلے میں نہیں اپنے گناہوں کے سوا کچھ
مجھ جیسے خطا کار کا چارہ ہیں دعائیں

روشن ہے دعاؤں سے فَضا سارے جہاں کی
اندھیر میں رحمت کا اجالا ہیں دعائیں

سچ ہے کہ دعاؤں سے ہے تقدیر بدلتی
اللہ کی رحمت کا وہ دھارا ہیں دعائیں

ارسل ہیں یہ انسان کی تسکین کا ذریعہ
ہاں قربِ خدا کا بھی وسیلہ ہیں دعائیں

گلدستہ

ترتیب و پیشکش: شیخ ابو بکر، عبدالرحمن چترالی

حمدِ باری تعالیٰ

ہے عجب ان کی شانِ یکتائی — خود وہ جلوہ ہے خود تماشائی ہے
لب پہ وہ نام جب بھی آیا — خود مہکنے لگی ہے گویائی
انجمن انجمن چراغ ہے وہ — گل بہ گل اس کی جلوہ آرائی
اس کی اک جنبش نگاہ کے ساتھ — ہر تجلی وجود میں آئی
موجِ ہستی میں اس سے ٹھہراؤ — انقلاب اس کی ایک انگڑائی
اس کے ادنیٰ سے اِک اشارے پر — زخم کرنے لگے مسیحائی
وہ سما بھی گیا دل وجاں میں — ڈھونڈتی رہ گئی ہے بینائی
حکم سجدے کا اور آدم کو — یہ محمدؐ کی تھی پذیرائی
جب تک اس کا کرم نہ ہو اُمیدؔ — خود سے ہوتی نہیں شناسائی

شاعر: اُمید فاضلی

پرچمِ اسلامی کی ابتدا

پرچمِ اسلامی کی تاریخ کا آغاز ہجرتِ مدینہ سے ہوا۔ سفر کے دوران صبح کے وقت بریدہؓ نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! جب آپ مدینہ منورہ میں داخل ہوں تو آپ کے ساتھ ایک جھنڈا ہونا چاہیے۔ اپنا عمامہ کھول کر ایک نیزے میں باندھا پرچم بنایا۔ بریدہؓ آپ ﷺ کے آگے آگے علم بردار بن کے چلنے لگے، اب کاروانِ ہجرت کا سفر تحریکِ ہجرت کے پرچم کے ساتھ ساتھ ہونے لگا۔ یہ اسلام کا پہلا پرچم تھا، اس پرچم نبوی کو بلند کرنے کی سعادت حضرت بریدہؓ کے حصے میں آئی۔ اور عجیب اتفاق یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی حیاتِ مبارکہ کا آخری سریہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی قیادت میں روانہ فرمایا۔ اسامہؓ نے حضور ﷺ کے مبارک ہاتھوں سے تیار شدہ جھنڈا حضرت بریدہ بن حصیبؓ کے حوالے کیا، جسے وہ کامیابی کے ساتھ اس معرکہ کے آخر تک لہراتے رہے۔

تو رسول اللہ ﷺ کے سب سے اوّل اور پھر سب سے آخری پرچم کے علم بردار حضرت بریدہؓ تھے۔ اب رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کا مطلب بھی خوب واضح ہوگیا۔ تیرا حصہ نکل آیا، یعنی تجھے اسلام سے حصہ ملے گا۔

(ہجرت الخیر البشر، ابو محمد عبدالمالک، ص: 147)

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

اے نسیمِ سحر مدینے کی — تو ضمانت ہے میرے جینے کی
اس لیے آرزو ہے جینے کی — ہو زیارت مجھے مدینے کی
جو خیال حضورؐ میں گزرے، زندگی ہے وہی قرینے کی — کیا خبر بادہ نوش بطحا کی صبح کی، شام کی، مہینے کی
پایۂ عرش جا کے چھو آئی — یادِ طیبہ میں آہ سینے کی
ب طفیل نبیؐ و آلِ نبیؐ — خیر یارب! میرے سفینے کی
اف تقدس مآئی کعبہ — ہائے رعنایاں مدینے کی
دونوں عالم کے غنچہ و گل میں — ہے مہک آپؐ کے پسینے کی
لے اڑے گی سوئے حرم انعام — شدّتِ آرزو مدینے کی

شاعر: انعام گوالیاری

فتحِ بیت المقدس

حطین کی فتح کے بعد وہ مبارک موقع جلد آ گیا، جس کی سلطان کو بے حد آرزو تھی، یعنی بیت المقدس کی فتح، قاضی ابنِ شداد نے لکھا ہے کہ سلطان کو بیت المقدس کی ایسی فکر تھی اور اس کے دل پر ایسا بار تھا کہ پہاڑ اس کے متحمل نہیں تھے۔ اسی سال 583 ہجری، 1187ء، 27 رجب کو سلطان بیت المقدس میں داخل ہوئے اور پورے 90 برس کے بعد پہلا قبلہ جہاں حضور ﷺ نے معراج کی شب میں انبیا علیہم السلام کی امامت کی تھی۔ اسلام کی تولیت میں آیا یہ بھی حسنِ اتفاق ہے کہ سلطان کے داخلہ کی تاریخ بھی وہی تھی، جس تاریخ کو آنحضرت ﷺ کو معراج ہوئی تھی۔

قاضی ابنِ شداد لکھتے ہیں: یہ عظیم الشان فتح تھی، اس مبارک موقع پر اہلِ علم کی بہت بڑی جماعت اور اہلِ حرفہ اور اہلِ طرق کی کثیر تعداد جمع تھی، اس لیے کہ لوگوں کو جب ساحلی مقامات کی فتح اور سلطان کے ارادے کی اطلاع ملی تو مصر و شام سے علما نے بیت المقدس کا رُخ کیا اور کوئی روشناس اور معروف آدمی پیچھے نہیں رہا۔ ہر طرف دعا، تہلیل و تکبیر کا شور بلند تھا۔ بیت المقدس میں 90 برس کے بعد جمعہ کی نماز ہوئی، قبہ صخرہ پر جو صلیب نصب تھی، وہ اتار دی گئی۔ ایک عجیب منظر تھا اور اسلام کی فتح مندی اور اللہ تعالیٰ کی مدد کھلی آنکھوں نظر آ رہی تھی۔

نورالدین زنگی مرحوم نے بیت المقدس کے لیے بڑے اہتمام اور بڑے ظرف سے منبر بنوایا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ بیت المقدس واپس دلائے گا تو یہ منبر نصب کیا جائے گا۔ صلاح الدین نے حلب سے وہ منبر طلب کیا اور مسجدِ اقصیٰ میں نصب کیا۔

(تاریخ دعوت و عزیمت، مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ، ج: 1، ص: 267)

بچے کے ساتھ حضور ﷺ کی دل لگی

ابو داؤد، کتاب الادب میں ہے (حضور ﷺ کے خادم) حضرت انسؓ بتاتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ ہمارے گھر میں تشریف لایا کرتے تھے۔ میرا ایک چھوٹا بھائی جس کی کنیت "ابو عمیر" تھی، اس نے ایک چڑیا رکھی ہوئی تھی، جس سے وہ کھیلا کرتا تھا (اس چڑیا کو عربی میں نغیر کہتے تھے) چناں چہ وہ چڑیا مر گئی۔ پھر ایسا ہوا کہ ایک روز جب اللہ کے رسول ﷺ ہمارے گھر آئے تو ابو عمیرؓ کو غم ناک دیکھا، اس پر آپ ﷺ نے ہم سے پوچھا کہ "ابو عمیرؓ کو کیا ہوا ہے؟" گھر والوں نے کہا: "اس کی نغیر مر گئی ہے۔" چناں چہ اللہ کے رسول ﷺ (ابو عمیرؓ کو خوش کرنے کے لیے اسے) کہنے لگے: "اے ابو عمیر! کیا کر گئی تیری نغیر۔"

پیارے بچو! اس طرح سے اللہ کے رسول ﷺ بچوں کے ساتھ محبت و پیار کیا کرتے تھے۔ ان کا دل بہلاتے تھے۔ الغرض! میرے حضور ﷺ بچوں پر اس قدر شفیق تھے کہ بچوں سے اگر کوئی ایسا جرم ہو جائے جو سخت سزا یعنی حد کو پہنچ جائے تو بچے کا مواخذہ نہیں کیا جائے گا، کیوں کہ آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق جن تین قسم کے لوگوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے، ان میں بچہ بھی شامل ہے، حتیٰ کہ وہ بڑا ہو جائے۔ صدقے اور قربان ایسے پیارے حضور ﷺ پر جو ننھے منھے بچوں کے حقوق کی پاسبانی بھی بتا گئے اور محبت و شفقت کے انداز بھی سکھلا گئے۔

(روپے میرے حضور کے، امیر حمزہ، ص:155)

کسی چیز کو بے جگہ رکھنا

مثلاً ایک مشترکہ رہائش میں آپ دوسرے لوگوں کے ساتھ رہتے ہیں۔ اس مکان میں کسی مشترکہ استعمال کی چیز کی ایک جگہ مقرر ہے، مثلاً تولیہ رکھنے کی ایک جگہ مقرّر ہے۔ آپ نے تولیہ استعمال کرنے کے بعد اس کو بے جگہ ڈال دیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب دوسرا شخص وضو کر کے آیا اور تولیہ کو اس کی جگہ پر تلاش کیا اور اس کو نہ ملا، اب وہ تولیہ ڈھونڈ رہا ہے، اس کو تکلیف ہو رہی ہے۔ یہ جو تکلیف اس کو پہنچی، یہ آپ کے ہاتھ کے کرتوت کا نتیجہ ہے کہ آپ نے وہ تولیہ اس کی صحیح جگہ سے اٹھا کر بے جگہ ڈال دیا۔ یہ اذیت رسانی ہوئی جو کہ اس حدیث کے تحت حرام ہے۔ یہ تولیہ کی ایک مثال دی، ورنہ چاہے مشترک لوٹا ہو یا صابن ہو یا گلاس ہو یا جھاڑو وغیرہ ہو، ان کو اپنی مقرر جگہ سے اٹھا کر بے جگہ رکھنا ایذا رسانی میں داخل ہے۔

(اصلاحی خطبات، مفتی محمد تقی عثمانی، ج:8، ص:127)

چاند کے مہینے

علامہ محمد مغربی نے لکھا ہے کہ قمری کیلنڈر میں چار مہینوں تک مسلسل تیس کا چاند ہو سکتا ہے، مگر اس کے بعد نہیں اور انتیس کا چاند مسلسل چار ماہ تک ہو سکتا ہے، اس کے بعد نہیں۔

حضرت جعفر صادقؒ سے مروی ہے کہ کسی رمضان کی پانچ تاریخ جس دن ہو، اگلے رمضان کا پہلا روزہ لازماً اسی دن ہوتا ہے۔ علامہ مغربی کہتے ہیں کہ اس قاعدے کو پچاس سال آزمایا گیا ہمیشہ صحیح نکلا، لیکن ظاہر ہے کہ ان تمام حسابات کی حیثیت لطائف سے زیادہ نہیں! احکام شریعت میں اعتبار رؤیتِ ہلال ہی کا ہے۔

(تراشے، مفتی محمد تقی عثمانی، ص:24)

ترقی کا راز

وہ فرد زیادہ ترقی کرتا ہے جو ایک قدم آگے چلتا ہے۔ اسے افسر یا نظام ترقی نہیں دیتے، اسے قدرت ترقی دیتی ہے۔ ہمارا ایمان ہونا چاہیے کہ ہماری محنتوں کا محافظ اللہ تعالیٰ ہے۔ ہمارا ایمان ہونا چاہیے کہ قدرت بھی ہمیں ضرور نوازے گی۔ وہ محنتیں جس کے صلے بندوں سے نہیں ملتے، ان کے صلے اللہ تعالیٰ ضرور دیتا ہے۔ اس بات پر آپ کا ایسے ایمان ہونا چاہیے جیسے آپ کو اپنے بدن کے وجود کا یقین ہے۔ حضرت شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ کبھی مانگو تو اپنی اوقات کے مطابق نہ مانگو، بلکہ اس کی شان کے مطابق مانگو! ممکن ہے، میری اوقات بہت چھوٹی ہو، لیکن دینے والے کی شان مجھے بادشاہ بنا دے۔ اُس کے پاس نوازنے کے لا تعداد طریقے اور بہانے ہیں۔

(بڑی منزل کا مسافر، قاسم علی شاہ، ص:106)

ڈکاریں

ڈکار بھی انسانی جسم میں ریاح کی طرح عجیب اور اہم کرتب دکھاتی ہے اور یہ پیٹ ہی میں پیدا ہوتی ہے۔ معدہ میں جب حبس بڑھ جاتا ہے، تیزابیت زیادہ ہو جاتی ہے اور پیٹ میں دباؤ بھی زیادہ ہوتا ہے تو بہت بے چینی بڑھ جاتی ہے، اب یہ حبس کو توڑ کر گیس کی طرح جب حلق کی طرف آتی ہے تو بیل کی آواز کی طرح منہ سے خارج ہو جاتی ہے، تب جا کر سکون ہوتا ہے۔ یہ بھی عجیب موذی مرض ہے اور یہ بھی زیادہ تر ذہنی انتشار، تفکرات، تشویش سے ہاضمہ پر برا اثر ڈالتی ہے۔ بہت سے لوگوں کو آدھ آدھ منٹ پر ڈکار لینے کی عادت پڑ جاتی ہے۔ ذہنی طور پر سکون پہنچتے ہی سے ڈکار کے مریض کو افاقہ ہوتا ہے، اب آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ جذبات کا ہاضمہ پر کیا اثر پڑتا ہے۔

(جو تم مسکراؤ تو سب مسکرائیں، رضی الدین احمد فخری، ص:37)

موسم سرما خدمات

ایکسپو سینٹر میں کتب میلا

روداد
مدثر شہزاد
عذیر مغل

ہر سال کی طرح سال 2024ء میں بھی بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ نے انتہائی ضرورت منداور مستحق ہزاروں خاندانوں میں کمبل، گرم کپڑے، شالیں وغیرہ تقسیم کرنے کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے۔ بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ کے زیر اہتمام، انتظام 300 سے زیادہ بنیادی تعلیمی اداروں کے تحت ملک بھر کی پس ماندہ اور شہروں کی مضافاتی بستیوں میں ضرورت مند افراد اور خاندانوں کا سروے کیا جاتا ہے اور سال میں کئی بار مختلف مواقع پر مختلف عنوانات سے ایسے گھرانوں کی مدد کی جاتی ہے۔

بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ نے اِس سال 2024ء میں بھی ایکسپو سینٹر کراچی میں منعقدہ ملک کے سب سے بڑے کتب میلے میں پبلی کیشن اور بیت السلام بک شاپ کے زیر اہتمام اسٹال لگایا، ہال نمبر 2 کے اسٹال 105 اور 106 میں بڑی اسکرین پر بیت السلام کی تعلیمی رفاہی اور نشریاتی خدمات کی مختلف ڈاکیومنٹری مسلسل نشر ہوتی رہیں، کتب میلے کے پانچوں دن مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والی متعدد نامی گرامی اور مشہور شخصیات سمیت ہزاروں افراد نے بیت السلام کے اسٹال کا وزٹ کیا۔ اور بیت السلام کی تعلیمی رفاہی خدمات کو سراہا۔

بیت السلام موبائل ایپ
Available on the App Store
GET IT ON Google Play
BAITUSSALAM
قبلہ ڈائرکشن
ان فلائٹ نماز ٹائمنگ
آن لائن ڈونیشن
زکوۃ کیلکولیٹر
لائیو اور ریکارڈڈ بیانات
روزمرہ کی دعائیں
قرآن کریم
نماز ٹائمنگ

J.
FRAGRANCES
چلتا رہے یہ کارواں
JUNAID JAMSHED
1964 - FOREVER
JUNAID JAMSHED
1964 - FOREVER
LEGACY
LEGACY
www.junaidjamshed.com
J.Fragrances.Cosmetics
j.fragrances.cosmetics
J_Frag_Cos
J.JunaidJamshed